ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

30

www.tanzeem.org

23 تا 29 جولائی 2013ء/13 تا 19 رمضان المبارک 1434ھ

روزہ: احساس بندگی کی تازگی کا ذریعہ

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخر شب طلوعِ سحر کی پہلی علامات ظاہر ہوتے ہی آدمی پر یکا یک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک پورے دن حرام رہتا ہے۔ اس دوران میں پانی کا ایک قطرہ اور خوراک کا ایک ریزہ تک قصداً حلق سے اتارنے کی اجازت نہیں ہوتی اور زوجین کے لیے ایک دوسرے سے قضائے شہوت کرنا بھی حرام ہوتا ہے۔ پھر شام کو ایک خاص وقت آتے ہی اچانک حرمت کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ سب چیزیں جو ایک لمحہ پہلے تک حرام تھیں یکا یک حلال ہو جاتی ہیں اور رات بھر حلال رہتی ہیں، یہاں تک کہ دوسرے روز کی مقررہ ساعت آتے ہی پھر حرمت کا قفل لگ جاتا ہے۔ ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور ایک مہینہ تک مسلسل اس کی تکرار جاری رہتی ہے۔ گویا پورے تیس دن آدمی ایک شدید ڈسپلن کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ مقرر وقت تک سحری کرے، مقرر وقت پر افطار کرے، جب تک اجازت ہے، اپنی خواہشات نفس پوری کرتا رہے اور جب اجازت سلب کر لی جائے تو ہر اُس چیز سے رُک جائے جس سے منع کیا گیا ہے۔

اس نظامِ تربیت پر غور کرنے سے جو بات سب سے پہلے نظر میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اس طریقہ سے انسان کے شعور میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار واعتراف کو مستحکم کرنا چاہتا ہے، اور اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دینا چاہتا ہے کہ انسان اپنی آزادی اور خودمختاری کو اللہ کے آگے بالفعل تسلیم (surrender) کر دے۔ یہ اعتراف وتسلیم ہی اسلام کی جاں ہے، اور اسی پر آدمی کے مسلم ہونے یا نہ ہونے کا مدار ہے۔

اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر
سید ابوالاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز

ماہ رمضان المبارک کے فضائل

معرکہ ہائے روح وبدن

رمضان: کوتاہیاں اور ذمہ داریاں

مصر کی صورتحال اور دینی جماعتوں کے لئے سبق

آفریں! بنی اسرائیل آفریں

اے نیل کی موجو!

ابن بطوطہ: عظیم مسلمان سیاح

الھدیٰ (572)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃ اِبْرٰھِیْم

(آیات: 11 تا 14)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَتۡ لَھُمۡ رُسُلُھُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَمَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِیَکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَقَدۡ ھَدٰنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۝ وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِرُسُلِھِمۡ لَنُخۡرِجَنَّکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡھِمۡ رَبُّھُمۡ لَنُھۡلِکَنَّ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ وَلَنُسۡکِنَنَّکُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِیۡ وَخَافَ وَعِیۡدِ ۝

آیت ۱۱ ﴿قَالَتۡ لَھُمۡ رُسُلُھُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ﴾ ''اُن کے رسولوں نے ان سے کہا کہ واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تمہاری ہی طرح کے انسان' لیکن اللہ احسان فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔''

یہ اللہ کی مرضی کا معاملہ ہے' وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے' ہماری طرف وحی بھیجی ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ ہم آپ لوگوں کو خبردار کریں اور اس کے احکام آپ تک پہنچائیں۔

﴿وَمَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِیَکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۱﴾ ''اور ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر۔ اور اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے اہل ایمان کو۔''

آیت ۱۲ ﴿وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَقَدۡ ھَدٰنَا سُبُلَنَا ؕ﴾ ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں حالانکہ اُس نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت بخشی ہے۔''

اللہ نے ہمیں اپنے تقرب کے طریقے اور اپنی طرف آنے کے راستے بتائے ہیں' یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں؟

﴿وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۝۱۲﴾ ''اور ہم صبر ہی کریں گے اس ایذا پر جو تم ہمیں پہنچا رہے ہو' اور اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے تمام توکل کرنے والوں کو۔''

آیت ۱۳ ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِرُسُلِھِمۡ﴾ ''اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے تھے اپنے رسولوں سے''

رسولوں کی جماعت اور ان کی قوموں کے درمیان ہونے والے سوالات و جوابات کا تذکرہ جاری ہے۔ یعنی اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے رسولوں سے متعلقہ اقوام کے لوگوں نے کہا:

﴿لَنُخۡرِجَنَّکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا ؕ﴾ ''ہم لازماً نکال باہر کریں گے تمہیں اپنی زمین سے یا تمہیں لوٹنا ہوگا ہمارے دین میں۔''

﴿فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡھِمۡ رَبُّھُمۡ لَنُھۡلِکَنَّ الظّٰلِمِیۡنَ ۝۱۳﴾ ''تو وحی کی ان کی طرف ان کے رب نے کہ ہم ان ظالموں کو اب لازماً ہلاک کر دیں گے۔''

آیت ۱۴ ﴿وَلَنُسۡکِنَنَّکُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ ؕ﴾ ''اور ہم آباد کریں گے زمین میں تم لوگوں کو ان کے بعد۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی طرف وحی بھیجی کہ اب تمام کافروں کو ہلاک کر دیا جائے گا اور اس کے بعد رسولؑ اور ان کے ساتھ بچ جانے والے تمام اہل ایمان کو پھر سے زمین میں آباد کرنے کا سامان کیا جائے گا۔

﴿ذٰلِکَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِیۡ وَخَافَ وَعِیۡدِ ۝۱۴﴾ ''یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے اور میری وعید سے ڈرتے ہیں۔''

جو لوگ عذاب کی وعیدوں سے ڈرتے ہیں اور روزِ محشر اللہ کی عدالت میں کھڑے ہونے کے تصور سے لرز جاتے ہیں۔

فرمان نبویؐ

روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیجئے

عَنۡ سَلۡمَانَ بۡنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِذَا کَانَ اَحَدُکُمۡ صَائِمًا فَلۡیُفۡطِرۡ عَلَی التَّمۡرِ فَاِنۡ لَّمۡ یَجِدِ التَّمۡرَ فَعَلَی الۡمَاءِ فَاِنَّ الۡمَاءَ طَھُوۡرٌ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں میں جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اس کو چاہیے کہ روزہ کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ کھولے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔''

اداریہ

محبوب الحق عاجز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز

ماہ رمضان المبارک مغفرت کے عشرے میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ ماہ بابرکات نیکیوں کی فصل بہار اور خیر و صلاح اور تقویٰ وطہارت کا موسم ہے۔ اس مہینے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ نفس امارہ اڑنگے لگاتا رہتا ہے۔ چنانچہ برائیاں دبتی اور نیکیاں پھیلتی ہیں۔ ماحول پر نیکی و بھلائی کی عمومی فضا طاری ہو جاتی ہے، جس کی بنا پر نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے اور گناہ کرتے ہوئے آدمی کو شرم آتی ہے۔ باری تعالیٰ نیکیوں کا اجر وثواب بھی بڑھا دیتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ رمضان المبارک کو خصوصاً اس انداز سے گزاریں کہ اس کا مقصد اصلی تقویٰ اور ہدایت حاصل ہو سکے۔ روزہ کی حالت میں مہلکات روزہ غیبت، جھوٹ، لڑائی جھگڑے گالی گلوچ، فحش گوئی اور گناہ کے دوسرے تمام کاموں سے پرہیز کریں۔ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ انفاق کریں، زیادہ سے زیادہ نیکی کمائیں اور انسانی ہمدردی کے کام کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک مہینے میں قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی، جو ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے اور تمام بنی نوع انسانی کے لئے آسمانی ہدایت ورہنمائی کا آخری اور کامل ایڈیشن ہے۔ رمضان میں قرآن حکیم کے نزول سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان اور قرآن میں لازماً کوئی ربط اور تعلق ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ روزے کی عبادت اور قرآن میں کوئی قدر مشترک ضرور ہے۔ اِسی تعلق کا مظہر یہ ہے کہ رمضان میں ایک دو آتشہ پروگرام دیا گیا ہے یعنی دن کا روزہ' رات کا قیام۔ یہ پروگرام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دن کے وقت بندۂ مومن پورے آداب کے ساتھ روزہ رکھے اور رات قرآن کے ساتھ قیام کرے، قرآن پڑھے اور سنے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُس خطبے میں جو آپؐ نے شعبان کی آخری تاریخ کو دیا' ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں دن کے اوقات میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا اور راتوں کو (قرآن کے ساتھ) کھڑا رہنا نفل عبادت مقرر کیا ہے''۔ پس دن کا روزہ فرض ہے جبکہ رات کا قیام اگرچہ فرض نہیں ہے لیکن اس کی بڑی ترغیب دلائی گئی ہے' کیونکہ رمضان کا پروگرام دن کے روزے اور رات کے قیام کے ساتھ ہی صحیح معنوں میں تکمیل پاتا ہے۔ قیام اللیل کا تقاضا ہے کہ رات کا ایک قابل ذکر حصہ کم ازکم ایک تہائی رات قرآن کے ساتھ جاگتے ہوئے گزاری جائے۔ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن بندے کے حق میں سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے پروردگار! میں نے تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ اور قرآن یہ کہے گا' اے پروردگار! میں نے اسے رمضان کی راتوں میں سونے سے روکے رکھا' لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش قبول فرمالے گا۔'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھے ایمان کی حالت میں اور اللہ سے اجر کی اُمید کے ساتھ' اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے رمضان کے مہینے میں رات کو قیام کیا ایمان کی حالت میں اور اللہ سے اجر کی اُمید کے ساتھ اس کے (بھی) تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (متفق علیہ)

دن کا روزہ اور رات کا قیام بالقرآن درحقیقت روح کی بالیدگی اور تقویت کا ایک بھرپور پروگرام ہے۔ روزے اور قیام اللیل کا اصل مقصود یہ ہے کہ روح انسانی بہیمیت کے غلبے سے نجات پا کر حیات تازہ حاصل کرے اور تقویت پائے، جو اس سے پہلے اکثر روح کے تقاضے فراموش کرنے سے کمزور ہو چکی ہوتی ہے۔ دن کے روزے کے نتیجے میں تقویٰ پیدا ہوگا جو روزے کا اصل مدعا ہے' اور تقویٰ کی پونجی لے کر آپ رات کو قرآن سنیں گے اور قرآن کی ہدایت کو اپنے اندر جذب کریں گے' تو اب ہدایت کا بیج پورے طور پر برگ و بار لائے گا، جو اصل میں روح کی بیداری کا ذریعہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انسانی جسم دو چیزوں سے مرکب ہے: جسم اور روح۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 جولائی 2013ء — جلد 22
13 تا 19 رمضان المبارک 1434ھ — شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہمارا جسم مٹی سے بنا ہے۔ اس نے مٹی ہی میں دفن ہو جانا ہے' اور یہیں سے اسے دوبارہ اٹھایا بھی جائے گا' لیکن اس میں ایک شے جو باہر سے آئی ہے' وہ روح ہے جو شرف انسانی کی بنیاد ہے۔ اس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ بالعموم روح کی ضروریات کا ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ ہم اپنے جسمانی تقاضوں کی بڑی فکر کرتے ہیں۔ بھوک اور پیاس لگی ہو تو بعض اوقات نفس سے مغلوب ہو کر حلال وحرام کی بھی تمیز کیے بغیر جسم کی ضروریات پوری کر کے اللہ کی ناراضی مول لیتے ہیں۔ بیماری لاحق ہو' کوئی جلدی مرض پیدا ہو گیا تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں۔ کئی قسم کے ٹیسٹ کرواتے ہیں مگر روح کی ہمیں اِس درجہ فکر نہیں ہوتی، جو اس خاکی پنجرے کے اندر جکڑی ہوئی ہے۔ روزہ کا مدعا روح پر سے جسم کی گرفت کو ڈھیلا کرنا ہے' تاکہ وہ بیدار ہو' اس کو ہوش آئے' اور جب روح بیدار ہو' تو اس کو اس کی بہترین اور مقوی غذا فراہم کی جائے' جس کے باعث اس کے اندر بالیدگی' ترقی اور ترفع ہو' اس کو تقویت حاصل ہو۔ روح کی بہترین غذا اللہ کا کلام ہے۔ قرآن حکیم ہی سے اس کے اندر قوت پیدا ہوگی' وہ زندہ' مضبوط اور توانا ہوگی' اور وہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرے گی۔ مولانا صادق الاسلام اپنی کتاب ''روزہ کے فوائد'' میں لکھتے ہیں: ''انسان کے اندر دو قوتیں ہیں: ایک قوت ملکیہ، دوسری قوت بہیمیہ۔ ان دونوں میں مسلسل مقابلہ رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو مغلوب کرنا چاہتی ہیں۔ جب تک قوت ملکیہ غالب رہتی ہے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی رضا مندی کے کاموں میں لگا رہتا ہے اور جب قوت بہیمیہ غالب ہو جاتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر شیطان کی چال میں آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کے کام میں لگ جاتا ہے۔ قوت ملکیہ انسان کی دوست ہے اور قوت بہیمیہ اس کی دشمن ہے۔ سلیم الفطرت انسان چاہتا ہے کہ قوت ملکیہ غالب رہے اور بہیمیہ مغلوب۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قوت ملکیہ کو طاقت دینے والے کام زیادہ انجام دیئے جائیں۔ روزے سے یہ دونوں مقصد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ بھوکا پیاسا رہنا اور جنسی خواہشات سے پرہیز کرنا قوت ملکیہ کو غالب اور بہیمیہ کو مغلوب کرنے میں بہت اکسیر ہے۔ انسان ایک مہینے تک دن میں کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے تقاضے پر عمل کرنے سے اگر باز رہے تو باطن کے اندر نکھار اور نفس کے اندر سدھار پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے روزے ان احکام و آداب کی روشنی میں رکھے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعتہً ایک سال کے لئے اچھا خاصا تزکیہ ہو جاتا ہے اور انسان کی روح کو نفس پر اچھا خاصا تسلط وغلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔''

وہ شخص نہایت بدنصیب ہے جو نیکیوں کی اس فصل بہار سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور اپنے جسم پر روح کی حکمرانی کے لیے اُسے تقویت فراہم کرنے میں کوتاہی کرے اور اس مغفرت و معافی کے مہینے میں بھی اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کے لیے حضرت جبرائیل امینؑ نے ہلاکت کی بددعا کی اور نبی کریم ﷺ نے اُس پر آمین کہی۔

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دھقان!

روزہ اور قیام اللیل سے اگر روزہ دار کی روح بیدار نہیں ہوتی اور اُس میں تقویٰ کی صفت پیدا نہیں ہوتی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اُس کا روزہ برکات سے خالی ہے۔ اِس لیے کہ اس نے روزے اور قیام کے تقاضے پورے نہیں کیے۔ ایسے ہی روزے دار کے متعلق آپؐ نے فرمایا: ''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں سوائے (بھوک) پیاس کے ان کے روزے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی (رات کو) کھڑے ہونے والے ایسے ہیں جنہیں ان کے قیام سے رت جگے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔'' (رواہ الدارمی)

رمضان کے اس عظیم الشان مہینے میں اپنی روح کی تقویت کا سامان کرنے اور اپنے اندر تقویٰ کی شعوری کوشش کے ساتھ ہمیں اپنے زوال کے مسئلہ پر بھی غور کرنا چاہیے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آج مسلم دنیا میں ملی یکجہتی اور داخلی استحکام پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ قرآن و سنت کی بنیاد پر باہمی اتحاد و اتفاق کی بجائے مسلکی اور قومی جھگڑے، باہمی نزاعات، لوٹ مار، کشت وخون، شر و فساد اور غارت گری قیامتیں ڈھا رہے ہیں۔ مسلم ممالک کے خلاف اغیار کی سازشوں اور تہذیبی و عسکری یلغاروں سے جسدِ ملی لہولہان ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت ہمارے اطراف میں جو حالات رونما ہوئے یا ہو رہے ہیں، اُن میں بہت کچھ ہماری اجتماعی سیاہ بختیوں اور بداعمالیوں کا دخل ہے۔ قرآن حکیم نے مشرکین مکہ کے بارے میں کہا کہ (ترجمہ) ''کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک یا دو بار کسی نہ کسی فتنے میں مبتلا کیے جاتے ہیں، پھر بھی یہ توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔'' (التوبہ:126) یہ صورتحال بڑی حد تک آج ہم مسلمانوں پر صادق آ چکی ہے۔ ہر طلوع ہونے والا دن ایک نئی مصیبت اور ایک خوفناک چیلنج لے کر نمودار ہو رہا ہے، مگر مسلم دنیا کے حکمران علماء، خواص، لیڈر، تجزیہ نگار اور پالیسی ساز کوئی عبرت نہیں پکڑتے، اللہ کی رسی قرآن حکیم جو اہل اسلام کو باہم جوڑنے اور انہیں دنیا میں قدر و منزلت دلانے والی ہے کو انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں امام نہیں بناتے، زبان سے تو ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگاتے ہیں، مگر اس حقیقت کو دل میں نہیں اتارتے۔ اللہ کے دین سے سچی وفاداری کر کے اُس سے نصرت کے طلبگار نہیں ہوتے۔ عوام کو اللہ کی کتاب اور اُس کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق رہنمائی فراہم نہیں کرتے۔ بس اپنی نارسا عقل پر، طاغوت کی عنایتوں پر، اپنے میزائیوں پر، سیکولر اقدار کی پذیرائی پر، غیر اللہ کی دہائی پر اور بے معنی فغاں وفریاد پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ کیا یہی وجہ نہیں کہ اداسیوں کی کہر اور مایوسیوں کی دھند گہری ہوتی جا رہی ہے اور ہر تدبیر الٹی پڑ رہی ہے۔ ماہ رمضان یہ تقاضا کرتا ہے کہ شہنشائے ارض وسماوات، مالک کائنات نے اس بابرکت مہینے میں جو عظیم الشان کتاب نازل فرمائی ہے، اُس کی سنہری تعلیمات کو اپنایا جائے افراد بھی اسے حرز جان بنائیں اور ریاست و اجتماعیت کی سطح پر بھی اُس کے عادلانہ قوانین اور نظام عدل کو اختیار کیا جائے۔ مسلم معاشرے جب تک اس مینارۂ نور کی جانب پورے شعور سے متوجہ نہ ہوں گے، اُن کے حالات کبھی نہیں بدلیں گے۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ماہ رمضان المبارک کے فضائل

نبی اکرم ﷺ کے ایک عظیم الشان خطبہ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 12 جولائی 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! ماہ رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا ہے، آج ماہ رمضان کی 2 تاریخ ہے۔ اس ماہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں شیاطین کو باندھ دیا جاتا ہے اور خیر کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ خیر و بھلائی کی طرف عام آمادگی نظر آتی ہے۔ جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان ہو وہ شر اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیکی کی عمومی فضا طاری ہو جاتی ہے۔ اس ماہ مبارک کو نیکیوں کا موسم بہار کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا ایک مظہر ہے کہ اس ماہ میں ہر نیک عمل کا ثواب کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ گویا یہ نیکیوں کی لوٹ سیل ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک خصوصی مظہر۔ چنانچہ اس ماہ کی آمد سے قبل اس لوٹ سیل سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنا بہت ضروری ہے۔ کاروباری شخص کاروبار کے سیزن سے پہلے تیاری کرتا ہے۔ اسی طرح ایک کسان بھی بیج بونے سے پہلے زمین کو تیار کرتا ہے۔ لہٰذا اس نیکیوں کے موسم سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذہنی طور پر پہلے سے تیار اور آمادۂ عمل ہوں۔ ورنہ ماہ رمضان آئے گا اور گزر جائے گا، اور آخر میں ہم کف افسوس مل رہے ہوں گے۔ چنانچہ اسی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے شعبان کے آخری دن ایک حد درجہ جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ آج میں اسی خطبہ کی روشنی میں گفتگو کروں گا۔ ہر سال رمضان سے پہلے جب بھی موقع ملتا ہے، اس کا بیان ہوتا ہے۔ دراصل یہ خطبہ نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہمارے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ ایک تحفہ تو یہ ماہ رمضان بھی ہے جس کو یہ مل گیا اس کے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ بہت سے لوگ تھے جو پچھلے رمضان میں ہمارے ساتھ تھے لیکن یہ رمضان ان کی زندگی میں نہیں آیا...... لیکن یاد رکھئے، یہ خوش نصیبی اُن کے لیے ہے جو اِس سے فائدہ اٹھائیں، ورنہ حدیث کے مطابق جس شخص کو رمضان جیسا مبارک مہینہ ملے اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکے، مغفرت نہ کرا سکے، وہ تباہ ہو گیا، وہ انتہائی بدنصیب ہے۔ اس خطبہ کے راوی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور اِسے امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہم سے خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم پر وہ مہینہ سایہ فگن ہوا جاتا ہے جو بہت عظمت اور برکت والا ہے۔'' برکت والی شے کیا ہوتی ہے؟ جس میں بڑھوتری ہو۔ اس ماہ کی برکات کی مثالیں آگے آئیں گی، کہ اس میں کس کس پہلو سے برکات ہیں۔ البتہ اس کی برکت کی ایک مثال تو یہیں سامنے آ گئی کہ آپؐ نے فرمایا ''اس ماہ میں ایک رات وہ ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے'' اس کا مفہوم کیا ہے؟ یہ کہ ہزار مہینوں کی عبادت، ہزار مہینوں میں مسلسل کی گئی نیکیوں کو ایک طرف رکھا جائے اور اس ایک رات میں کی گئی عبادت ایک طرف، تو اس ایک رات والا پلڑا بھاری ہوگا۔ لیلۃ القدر کا ہزار مہینوں پر بھاری ہونا رمضان کی برکت کی انتہا ہے۔ اس سے زیادہ کا ہم تصور بھی کر نہیں سکتے۔ یہ بات قرآن مجید میں بھی آئی ہے: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ﴿۲﴾ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ﴿۳﴾﴾ (القدر) ''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟۔ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔'' اور اس مہینے کو جو خاص فضیلت ہے وہ اسی نزول قرآن کی نسبت سے ہے۔ روزہ اور قرآن کی آپس میں بڑی گہری نسبت اور تعلق ہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے کی عبادت کے لیے بارہ مہینوں میں اس مہینے کو مخصوص کیا ہے۔ فرمایا: ﴿شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ ۚ﴾ ''(البقرۃ:185) رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔'' قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ وہ ہدایت جس کی امتحان زندگانی میں کامیابی کے لئے ہر شخص کو ضرورت ہے۔ ہم نماز کی ہر رکعت میں یہ دُعا کرتے ہیں ﴿اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾﴾ ''(پروردگار) ہمیں سیدھے راستے کی راہنمائی عطا فرما دے۔'' تاکہ اُس راستے پر چل کر آخرت کی ناکامی سے بچ سکیں۔ اس دعا کا جواب پورا قرآن ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے آغاز ہی میں فرما دیا گیا کہ ﴿الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖ فِیۡہِ ۚ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾﴾ ''الٓمّ یہ الکتاب ہے، جس (کے کلام برحق ہونے) میں کوئی شبہ نہیں، یہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔'' یوں تو یہ ھدی للناس ہے، جیسے البقرہ آیت 185 میں فرمایا گیا ہے، اس میں ہر عاقل شخص کے لئے خواہ وہ کسی بھی علمی سطح کا ہو، ہدایت ہے۔ البتہ اس ہدایت سے فائدہ وہی اُٹھائیں گے جن کے اندر کچھ خدا خوفی ہوگی۔ قرآن کی یہ ہدایت پہیلیوں کی شکل میں نہیں بلکہ بہت واضح ہے اور روشن دلیلوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ہدایت حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔

آگے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزہ رکھنا فرض کر دیا اور اس مہینے کی راتوں میں قیام کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔'' رمضان میں دن کا روزہ ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے جیسا کہ اُس پر دین کی دیگر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ بات سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع میں آئی ہے۔ ﴿فَمَنۡ شَہِدَ مِنۡکُمُ الشَّہۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ ؕ﴾ (آیت:185) ''تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔'' دن کے روزے کے ساتھ قیام اللیل کی بڑی ترغیب دلائی گئی ہے۔ یہ قیام مع القرآن ہوگا۔ قیام اللیل کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس میں

زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھا، سنا جائے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اگرچہ اس کو فرض نہیں قرار دیا۔ اس ماہ مبارک کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ آدمی دن میں روزہ رکھے اور رات کا بڑا حصہ قرآن کے ساتھ گزارے۔ قرآن کے سننے، پڑھنے اور سمجھنے میں مشغول رہے۔ جب قیام اللیل کی بات آتی ہے تو ہمارے ذہنوں میں یہی آتا ہے کہ آٹھ تراویح اور اس کے بعد وتر پڑھ لینے سے اس کا تقاضا پورا ہو گیا، حالانکہ یہ Bottom line لیول پر ہے۔ قیام اللیل کا تقاضا تب پورا ہوگا جب کم ازکم ایک تہائی شب قرآن کے ساتھ پڑھنے سننے میں گزاری جائے اور اس کے اثرات کو روح میں جذب کیا جائے۔ الغرض رمضان کا صحیح نسخہ ہے: دن کا روزہ رات کا قیام۔

اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص بھی اس مہینے میں اللہ کا قرب چاہے گا کسی غیر فرض (کسی نفلی عبادت) کے ذریعے تو نفل عبادت کا ثواب اتنا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں کوئی فرض ادا کرے، اور جس کسی نے اس مہینے میں کوئی فرض ادا کیا، اس کے لیے اتنا ثواب ہے جیسے کہ دوسرے مہینوں میں ستر فرائض انجام دے۔'' یعنی نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر گنا ثواب ہے۔

آگے فرمایا: ''یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔'' روزہ میں صبر کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ صبر یہی نہیں ہے کہ کوئی شخص تھپڑ مار دے تو انسان جواب نہ دے، بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کی خاطر ہر قسم کی مشقت اور تکلیف جھیلنا بھی صبر ہے۔ ہماری یہ زندگی عارضی ہے۔ اصل زندگی وہ ہے جو اس کے بعد آئے گی۔ ہمارا مطمح نظر وہاں کی کامیابی ہے۔ یہ زندگی تو دارالامتحان ہے، یہ امتحان کس چیز کا ہے؟ اپنے آپ کو روکنے، تھامنے اور نفس کے بے لگام گھوڑے کو روک کر رکھنے کا ہے۔ انسان میں حدوداللہ کو پھلانگنے کا رجحان ہے، گناہ، معصیت اور نفسانیت کی طرف میلان ہے۔ اپنے آپ کو گناہ سے روکنا بھی صبر ہے۔ اسی طرح اللہ کی اطاعت کرنا، بندگی بجالانا، پنج وقتہ نماز ادا کرنا یہ بھی آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی استقامت کی ضرورت ہے۔ یہ استقامت بھی صبر ہے۔ یوں صبر کے بے شمار مدارج ہیں، جن کا اس مہینے میں امتحان ہوتا ہے۔ چونکہ صبر بہت بڑی آزمائش ہے، لہٰذا اس کا اجر وثواب جنت ہے۔ قرآن حکیم میں جنت میں جانے والوں کی صفت اکثر تقویٰ آتی ہے، لیکن کہیں کہیں صبر کا ذکر بھی آتا ہے۔ سورۃ الفرقان میں فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾﴾ ''اہل جنت کو جو بالا خانے عطا ہوں گے وہ اُن کے صبر کی وجہ سے ہوں گے۔ سورۃ المومنون میں فرمایا: ﴿اِنِّیْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ﴿۱۱۱﴾﴾ آج کے دن میں اُن کو اُن کی صبر کی بدولت جزا دوں گا۔''

آگے فرمایا: ''یہ باہمی ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے۔'' اس مہینے خصوصاً ایک دوسرے کے لیے مودت اور رحمت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں کہ میرا یہ بھائی بھی روزے سے ہے۔ ہمارے ہاں خاص طور پر شہروں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جنہیں معلوم ہی نہیں کہ فاقہ کیا چیز ہوتی ہے اور وہ لوگ کہ جنہیں دو دو وقت کی روٹی میسر نہیں ان پر کیا بیتتی ہے۔ لیکن اس مہینے میں جب یہ لوگ روزہ رکھتے ہیں تو انہیں کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ بھوک کی حالت میں انسان کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ محروم طبقات جن کے گھر کئی کئی روز تک چولہا نہیں جلتا، وہ کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور پھر جب وہ خود مشقت سے گزرتے ہیں تو اُن میں ناداروں، فقراء اور محتاجوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس ماہ مبارک میں رزق کی برکت کا ذکر فرمایا: ''یہ مہینہ وہ ہے جس میں بندۂ مومن کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔'' بظاہر دنیاوی پیمانوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اگر ہم دنیاوی جمع وتفریق کریں تو معلوم ہوگا کہ شاید رزق میں کمی ہونی چاہیے، اس لئے کہ روزہ کی حالت میں کارکردگی میں کمی ہوگی تو کمائی بھی کم ہو جائے گی لیکن اللہ کے رسول ﷺ تسلی دے رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں، اس ماہ مبارک میں مومنوں کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات ہر آدمی محسوس کرتا ہے کہ اس مہینہ اللہ تعالیٰ جو مسبب الاسباب ہے، اُس کے رزق اور وسائل رزق میں برکت ڈال دیتا ہے۔ افطاری کے موقع پر غریب اور امیر دونوں کے دسترخواں پر عام دنوں کے مقابلے میں کھانے کی چیزوں میں جو تنوع پایا جاتا ہے، وہ مومن کے رزق میں اضافے کا مظہر ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے روزہ افطار کرانے والے کے اجر کا ذکر فرمایا: ''جو شخص رمضان میں اپنے کسی بھائی کو روزہ افطار کروائے، تو اس کا یہ عمل اس کے لیے مغفرت

پریس ریلیز 19 جولائی 2013ء — حافظ عاکف سعید

انڈیا کے سابق نائب سیکرٹری داخلہ مانی کا بھارتی پارلیمنٹ اور ممبی حملوں کے حوالے سے اعتراف گھر کے بھیدی کی گواہی ہے۔ اس سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں

اعتراف جرم سے ہمارے ہاں ہونے والی دہشت گردانہ کارروائیوں کی قلعی بھی کھل گئی

ہمارا ملکی اور عالمی میڈیا مخصوص ایجنڈے کے تحت حقائق کو چھپا کر جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے

افسوس ہمارے حکمران اور دانشور انڈیا کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے کی بجائے خود شرمندہ، شرمندہ دکھائی دیتے ہیں

لاہور (پ ر) انڈیا کے سابق نائب سیکرٹری داخلہ آر وی ایس مانی کا بھارتی پارلیمنٹ اور ممبی حملوں کے حوالے سے یہ اعتراف کہ بھارتی حکومت دہشت گردی کی کارروائیاں خود کرتی ہے اور اس کا الزام پاکستان پر لگا دیتی ہے گھر کے بھیدی کی گواہی ہے۔ اس سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یہ موقع ہے کہ ہمارے حکمران دنیا کو یہ باور کرائیں کہ کس مکارانہ انداز سے ہمارا دشمن ہم پر دہشت گردی کا الزام لگاتا رہا ہے، مگر افسوس کہ ہمارے حکمرانوں اور نام نہاد دانشوروں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ وہ انڈیا اور اس کے سرپرستوں کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے کی بجائے خود شرمندہ، شرمندہ دکھائی دیتے ہیں۔ ہمارے وزیراعظم اس صورتحال کے باوجود انڈیا سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اگر اس طرح کا اعتراف کسی پاکستانی اعلیٰ عہدیدار کی طرف سے سامنے آجاتا تو عالمی میڈیا اور غیروں کے ایجنڈے پر چلنے والا ہمارا الیکٹرانک میڈیا طوفان اٹھا دیتا۔ انہوں نے کہا کہ اس اعتراف جرم سے ہمارے ہاں ہونے والی دہشت گردانہ کارروائیوں کی قلعی بھی کھل گئی ہے۔ ہمارے ہاں کسی بھی دہشت گردانہ کارروائی کو خودکش حملہ اور طالبان کا فعل قرار دے کر انہیں بدنام کیا جاتا رہا ہے۔ حالانکہ باخبر حلقے یہ جانتے ہیں کہ ان کارروائیوں میں اکثر وبیشتر سی آئی اے، را اور موساد ملوث ہوتی تھیں، جنہیں پرویز مشرف نے کھلی چھوٹ دے رکھی تھی۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہمارا ملکی اور عالمی میڈیا مخصوص ایجنڈے کے تحت حقائق کو چھپا کر جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میڈیا نے طالبان افغانستان کے خلاف بے تحاشا پروپیگنڈا کیا، مگر اللہ نے آج طالبان کو عزت دی ہے کہ امریکہ اُن سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔

جاری کردہ: شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی

اور آگ سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائے گا‘‘ اندازہ کیجیے، روزہ دار کو افطار کرانا اللہ کو کس قدر پسند ہے کہ اسے آگ سے رہائی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ اس عمل سے آپس میں ہمدردی اور محبت بھی بڑھتی ہے جو دینی اخوت کے تحت ہر مسلمان میں ہونی چاہیے۔ اس مہینے رحماءُ بینھم کی فضا پیدا ہونی چاہیے، مسلمانوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت، ایک دوسرے کے لیے ہمدردی وایثار کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ یہ اس کا بہترین موقع ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنہیں عام دنوں میں دو وقت پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں ہوتا، ہمدردی اور محبت کے احساس میں اور زیادہ شدت آئے۔ ایسے لوگوں کو افطار کروائیں۔

’’اور روزہ افطار کروانے کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا روزہ رکھنے والے کا۔ بغیر اس کے کہ اس روزے دار کے اجر میں کچھ کمی کی گئی ہو۔‘‘ یہ اللہ کی رحمت کا مظہر ہے کہ روزے دار کو جتنا اجر ملتا ہے اتنا ہی اجر افطار کرانے والے کو ملتا ہے۔ لیکن روزے دار کے اجر میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اس کا اجر اپنی جگہ پورا ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے۔ حضرت ابوہرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر انسان کے (نیک) عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزے کا معاملہ دیگر نیکیوں سے مختلف ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، میری وجہ سے ہی وہ اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت اور یقیناً اس کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔‘‘ سال کے دوسرے مہینوں میں ہر نیکی پر کم از کم دس گناہ اجر ملتا ہے۔ بعض نیکیوں (جیسے اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے انفاق) پر سات سو گناہ اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن روزہ کی شان ہی اور ہے۔ بندۂ مومن شدید بھوک پیاس میں بھی اللہ کی رضا کے لئے کھانا پینے سے رُکا رہتا ہے۔ یہ عمل اللہ کو اپنا پسند ہے کہ اس کا اجر بے حد وحساب ہے۔

جب نبی ﷺ نے روزہ افطار کرانے کے اجر کی بات ارشاد فرمائی تو حضرت سلمان فارسی ؓ نے کہا: ’’اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے ہر شخص کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے (پھر تو ہم اس ثواب سے محروم رہ گئے)۔‘‘ ہر شخص کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ وہ کسی دوسرے کو افطار کروائے۔ آپؐ خود بھی فقرائے صحابہ میں سے تھے۔ دن فاقے سے ہوتے تھے۔ تو جب کسی کے پاس کچھ نہیں ہے تو افطار کیسے کروائے گا اور یوں افطار کرانے کے اجر سے محروم رہ جائے گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ یہ اجر وثواب اس مسلمان کو بھی عطا کر دیں گے جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی کا روزہ افطار کرواتا ہے۔‘‘ اس سے مراد کیا ہے؟ اگر کسی شخص کو صرف لسی یا پانی ہی میسر تھا اور اُس نے ثواب کی نیت سے اُسی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کو روزہ افطار کرا دیا، تو اِسے افطار کا ثواب مل جائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اپنے دستر خوان پر تو انواع واقسام کے کھانے ہوں، اور دوسروں کو پانی سے افطار کرا دیا جائے۔

آگے فرمایا: ’’جو کوئی کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ (اُس کا اجر یہ ہے کہ) اللہ اُسے میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ جس کے بعد اُسے کبھی پیاس نہیں لگے یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے گا۔‘‘ روزہ دار کو حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا جس کی تاثیر سے آدمی میدان حشر کے تمام سخت مراحل سے گزر کر جنت تک پہنچ جائے گا، مگر اسے پیاس نہیں ستائے گی۔ اگرچہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی افطاری پر بلانا باعث برکت اور باعث اجر وثواب ہے، لیکن اصل مقصود کیا ہے کہ افطار کے لیے محلے کے ناداروں کو بلائیے، جنہیں سال کے دوسرے مہینوں میں پیٹ بھر کر کھانے کا موقع کبھی کبھار ہی ملتا ہے۔ جن کے بچوں کے دلوں میں یہ حسرتیں ہوتی ہیں کہ کبھی ہم بھی وہ کھانا کھائیں جو ہمارے امراء کھاتے ہیں، ایسے لوگوں کو بلا کر کھانا کھلائیں۔ اس کا بہت اجر وثواب ہے۔

آگے فرمایا: ’’یہ مہینہ وہ ہے کہ جس کا پہلا عشرہ رحمت ہے، درمیانی عشرہ مغفرت ہے اور تیسرا عشرہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا ہے۔‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمیٹنے کا موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھالیں یعنی دن کو روزہ رکھیں اور روزہ رکھنے میں وہ شرائط وآداب اور قواعد وضوابط ملحوظ رہنے چاہئیں جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ چاہیے کہ ہم جھوٹ بولنے اور حرام کھانے اور دوسرے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اگر ہم جھوٹ بول رہے ہوں، غلط کام کر رہے ہوں، نماز چھوڑ رہے ہوں تو محض بھوکا پیاسا رہنے کا نام روزہ نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اُس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اِس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ روزے میں جب ہم بعض حلال چیزوں سے بھی بچتے ہیں تو جو غلط کام اور غیر شرعی اعمال ہیں، ان سے باز رہنا تو مقدم ہے۔ پھر یہ کہ دن کے روزے کے علاوہ ہم رات کا کچھ حصہ قرآن کے پڑھنے، سننے، سمجھنے میں گزاریں۔ اس سے امید ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق ٹھہریں گے۔ پھر یہ کہ جو شخص رمضان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس ماہ اللہ سے مغفرت طلب کرے گا، اللہ اُس کو معاف فرمائے گا۔ اور آخری عشرہ کے بارے میں فرمایا کہ جہنم سے رہائی کا ذریعہ ہے۔ ہماری ساری محنت اِسی لیے ہے کہ آخرت میں نارِ جہنم اور عذاب الیم سے بچ سکیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جو (جہنم کی) آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا بس وہ تو کامیاب ہو گیا۔ اللہ ہمیں آخرت کی کامیابی عطا فرمائے (آمین)

رسول کریم ﷺ کے خطبہ کے آخری الفاظ ہیں: ’’جو شخص اس مہینے میں اپنے کسی ملازم (خدمت گار) کے کام میں تخفیف کرے......‘‘ (یعنی اوقات کار کم کردے گا، مشقت کم ڈالے گا اس خیال سے کہ میرا بھائی بھی روزے سے ہے) اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے، اُسے جہنم کی آگ سے بچالیں گے۔‘‘

ہمیں نیکیوں کے اس موسم بہار سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ رمضان یونہی غفلت میں گزر جائے۔

اس آرزو کے باغ میں آیا نہ کوئی پھول
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

اگر ہم پورے شعور سے اس ماہ بابرکات کے دنوں میں روزہ رکھیں گے اور رات کو قرآن کے ساتھ اللہ کے حضور کھڑے رہیں گے تو اس پر مغفرت اور شفاعت کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور اجر وثواب کی اُمید کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے، اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور اجر وثواب کی اُمید کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے، اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور اجر وثواب کی اُمید کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’روزہ اور قرآن (قیامت کے روز) بندے کے حق میں شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور خواہشات نفس سے روکے رکھا، تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن یہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے اسے رات کے وقت سونے (اور آرام کرنے) سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما! چنانچہ (روزہ اور قرآن) دونوں کی شفاعت بندے کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔‘‘

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

کار تریاقی

معرکہ ہائے روح وبدن

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہلال رمضان آسمان دنیا پر دو قومی نظریے کی دلیل بن کر فروزاں ہوا۔ پوری دنیا چھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ صائم، خاشع، راکع، ساجد، رحمٰن کے بندے اور شیطان کے بندے! دنیا میں دو ہی قومیں، دو ہی نظریے، دو ہی احزاب بستے ہیں۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ (المجادلۃ۔ 19-22) شیطانی لشکر (ماہ قرآن ہے۔ اس کی تفصیل کتاب ہدایت سے پڑھ لیجیے) شیطانی غلبے (Influence) کے ہاتھوں اللہ کو بھول گیا۔ جس ذات باری کی گواہی اس کی رگ رگ، نس نس، ہر خلیے (Cell) میں موجود تھی۔ نفس پرستی اور اھواء پرستی کے ہاتھوں کفار و منافقین انکار کر کے اس لشکر میں یکجا ہوگئے۔ اللہ، رسول ﷺ کی مخالفت، اللہ کی راہ سے روکنا، کفر کا ساتھ دینا اور جھوٹ بولنا ان کی پہچان ہے (المجادلۃ)۔ دنیا اس وقت معرکۂ روح و بدن کے آخری فیصلہ کن راؤنڈ کی طرف بڑھ رہی ہے، ملحمۃ الکبریٰ۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!

اسرائیل کے تحفظ کے لیے مشرق وسطیٰ میں ایران عراق جنگ اور جنگ خلیج سے جو کہانی شروع ہوئی تھی، (جس کی آڑ میں کفر کی فوجیں ہمارے ایمان کی شہ رگ پر اتاری گئیں) وہ بے شمار منزلیں سر کر چکی۔ اسی تسلسل میں افغانستان، عراق کی تباہی ہے (اور نتیجتاً خود ہی لنگڑے لولے ہو کر تابوت بردار امریکہ نیٹو کی واپسی بھی)۔ یمن، صومالیہ، مالی، شام اور اب مصر (محصور تر فلسطین) اسی معرکے کی کڑی ہے۔ احادیث پر نظر رکھنے والے نوجوان پروانہ وار شام کی طرف لپک رہے ہیں! یہ کہانی معیشت اور تیل کی نہیں! وہ تو محض ہمارے وہن زدہ، دنیا پرست حکمران ہیں اور انہی کے قبیل کے دانشور جن کی نگاہ نوٹ گننے اور تیل کی دھار دیکھنے تک محدود ہے! یہ معرکۂ صلیب و ہلال ہے۔ ملحمۃ الکبریٰ کی شروعات (Prelude) ہے۔ یہ دنیا مالک کائنات رب تعالیٰ کی پرشکوہ وسیع و عریض مملکت کا ایک صوبہ ہے جس پر ابو البشر حضرت آدم کو بھیج کر یہ امتحان گاہ سجائی گئی۔ کہانی نسل در نسل گزر کر مجھ تک اور آپ تک آن پہنچی۔ امام الانبیاء ﷺ کے امتی اس گلوبل ویلج میں اب وارث ہیں اس علم کے جو دنیائے دوں سے آگے کی خبر دیتا ہے اور حیوانیت کی سطح سے، اس مقام ارزل سے بلند ہو کر ستاروں سے آگے کے جہانوں کی خبر دیتا ہے۔

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذت شوق بھی ہے، نعمت دیدار بھی ہے!

آج دنیا میں جاری جنگ انہی دو نظریہ ہائے حیات کے مابین ہے۔ اسے کہنے والے تہذیبوں کی جنگ کہتے ہیں۔ تاہم تہذیب ایک طرف تو موجود ہے، دوسری جانب ڈھونڈے سے بھی تہذیب کا نام و نشان نہیں ملتا۔ تہذیب میں ہم تو وارث ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے عجز و عفو طلبی کے، حضرت نوح علیہ السلام کے بے پایاں صبر کے جو انہوں نے ایک نبی کو جھٹلاتے چلے جانے والی اجڈ قوم کے ناروا رویے پر کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی، آزمائشوں میں ثابت قدمی، فدائیت، ایثار و قربانی کے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تسلیم و رضا، صبر یعقوبیؑ، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کلیمی کے، دنیا پرستی کے بیچوں بیچ زہد عیسیٰؑ کے! دوسری جانب ابلیسی تکبر، نمرود و فراعنہ کا گھمنڈ، زعم اقتدار، قارون کی دولت بھری شیخی خور کیفیت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل بنی اسرائیل کی سی بغاوت۔ نہلے پہ دہلا یہ ہے کہ راستے میں یہ ابو البشر اور انسانیت سے بھی دامن چھڑا کر ڈارون کے پیچھے جنگلوں میں جا گھسے۔ طرز زندگی پر حیوانیت، بہیمیت غالب آتی چلی گئی۔ دنیا ہائی ٹیک جانوروں کے نرغے میں آگئی۔ کتوں، خنزیروں کا منہ چاٹتے چومنے والے، انسانوں پر بلندیوں پر چڑھ کر موت برسانے لگے۔ چیتھڑوں میں تبدیل کرنے لگے گوشت پوست کے بھائی بندوں کو!

آج تمام تر جھگڑا حیوانی جبلتوں کے تحت آزاد، شتر بے مہار زندگی گزارنے کی خواہش رکھنے والوں اور بن دیکھے اپنے رب سے ڈرنے والوں، اس کے احکام پر ایک منضبط، پابند، پاکیزہ زندگی گزارنے والوں کے مابین ہے۔ سید قطب شہید، اخوان کے مرشد (جنھوں نے شہادت کو پھانسی کے پھندے پر گلے لگایا) نے ایمان بالغیب کو وہ عقیدہ قرار دیا جو درجۂ حیوانیت سے انسان کی ترقی کا سنگ میل ہے۔ (فی ظلال القرآن)۔ آج اس عقیدے کو کھو کر نبی آخر الزمان ﷺ کے امتی مصر میں فراعنۂ وقت، کرسی، ڈالر اور نفس کے پجاری بن کر اہل ایمان پر، سید قطب شہید کی معنوی ذریت پر، قہر بن کر ٹوٹ پڑے ہیں۔ سربسجود 80 نہتے نمازیوں کے سروں پر تاک کر گولیاں ماریں، برلب رمضان، شیطان بزرگ کی خوشنودی کی خاطر! یہ وہ نوجوان تھے جو یہ کہہ بیٹھے تھے: کلنا صلاح الدین (ہم سب صلاح الدین ہیں!) یہ جمہوری کرسی (مغرب کا سب سے بڑا دھوکہ) پر بیٹھ کر کہنے کی بات نہ تھی۔ کیا وہ نہ جانتے تھے کہ وردیوں پر ستارے صلاح الدین مارنے پر لگتے ہیں....! یہ کہنے پر تو میدان جہاد سجتا ہے ہلال و صلیب کے معرکے کا۔ سوچ گیا۔ مسلمان اپنے اسلام، ایمان اور داڑھی کے ساتھ کرسی پر جا بیٹھے تو جمہوریت کی بساط فوراً الٹ دی جاتی ہے۔

مرسی کی حکمرانی پر جمہوریت کو پہلی قے فوراً آگئی تھی اور دو تہائی اسلام پسندوں والی اسمبلی بلا تاخیر توڑ دی گئی تھی۔ جیسے بازی ہرتی دیکھ کر بدتمیز بچہ کیرم بورڈ، لڈو کی بساط ہی الٹ دیتا ہے۔ کھیل ختم پیسہ ہضم۔ یہی کہانی الجزائر میں ایک لاکھ مسلمانوں کی جانب لے کر انجام کو پہنچی۔ ''عرب بہار'' میں شریعت کے ''جرثومے'' پاکر فوراً تمرد کی پڑیا مصر کو اور اب تیونس کو بھی دی جا رہی ہے۔ بلاشبہ یہ جمہوریت کفر کے میدان میں کھیل کر جیتنے کا خواب ہے جو کبھی پورا نہ ہونے دیا جائے گا۔ افغانوں نے فتح اور اللہ کی نصرت حاصل کرنے والا روڈ میپ تو دے دیا ہے! انشاجی نے کہا تھا:

''آکہ
ان قاتلوں، وحشیوں، مجرموں،
غاصبوں اور ان سب کے آقاؤں کو
وہ جو سونے کے بچھڑے کی پوجا کریں
سات ساگر کے اس پار سے جو سدا

(باقی صفحہ 17 پر)

رمضان: کوتاہیاں اور ذمہ داریاں!

انور یوسف

یہ بڑا عجیب مہمان ہے۔ اس کی آمد کا طریقہ تو عجیب تر ہے۔ دبے پاؤں تحفوں، نعمتوں، برکتوں اور رحمتوں سے لدا پھندا چپ چاپ ہماری زندگی میں چند ساعتوں کے لئے آتا ہے۔ جس نے اس کو پہچان لیا اور آگے بڑھ کر اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا، اس پر تو وہ اتنی بے حساب نعمتیں برساتا اور تحفے نچھاور کرتا ہے کہ جل تھل کر دیتا ہے اور جس نے تن آسانی، سستی اور غفلت سے اس کا نیم دلانہ استقبال کیا، تو یہ پیکرِ جود وسخا، دو چار چھینٹیں اس پر بھی چھڑک ہی جاتا ہے۔ اسی لیے اس میخانے کا محروم بھی محروم نہیں کہلاتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے مہینے میں میری امت کو 5 ایسی نعمتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ اوّل، رمضان کی پہلی رات میں اللہ ان پر نظرِ کرم کرتا ہے اور جس پر اللہ نظرِ کرم کرتا ہے، اسے کبھی عذاب سے دوچار نہیں کرتا۔ دوم، فرشتے ہر رات اور ہر دن اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ سوم، اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے اور جنت کو حکم دیا جاتا ہے کہ روزہ دار بندے کی خاطر خوب آراستہ و پیراستہ ہو جاؤ، تاکہ دنیا کی مشکلات اور تھکاوٹ کے بعد میرے گھر اور میری مہمان نوازی میں آرام ملے۔ چہارم، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ پنجم، رمضان کی آخری رات روزہ دار کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

رمضان کی یہ ساری نعمتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو حقیقی معنوں میں روزے دار ہوں۔ حقیقی روزے دار کون ہوتا ہے؟ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، اللہ کو اس کے کھانے پینے چھوڑنے سے غرض نہیں۔ رمضان کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ انسان صبح سے شام تک کھانا چھوڑ دے اور باقی خرافات میں لگا رہے۔ روزہ اصل میں زبان کا بھی ہو، ہاتھ کا بھی ہو اور پاؤں کا بھی ہو۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق، روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں، بلکہ گالم گلوچ اور فضول گوئی چھوڑنے کا نام ہے۔ اگر کوئی تمہیں گالی دے یا تمہارے ساتھ جھگڑنے لگے تو تم کہو میں روزے سے ہوں۔

جھوٹ، چغل خوری، لغو یات، غیبت، عیب جوئی، بدگوئی، بدکلامی اور جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کو چاہیے بے حیائی کے کاموں اور لڑائی جھگڑے سے بچے۔ روزہ معاشرے کے غرباء اور فقراء سے تعلق پیدا کرنے اور ان کی ضروریات پوری کر کے معاشرے میں امیر و غریب کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں غریب امیر کے درمیان جو دوری پیدا ہوئی ہے، وہ معاشرے کے امن و امان اور بھائی چارے کے لیے زہر قاتل ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا لاوا پک رہا ہے جو کسی بھی وقت ہمارے ملک کے امن و امان اور طبقہ امراء کے ظاہری آسائش وراحت کو بھسم کر سکتا ہے۔

رمضان میں نمازوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔ نماز محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائی پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ سحری، افطاری اور تراویح مسلمانوں پر اللہ کی ایسی خاص عنایات ہیں جو مسلمان معاشرے کو ایک الگ ممتاز حیثیت دلاتی ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ لوگوں کے مسائل اور مشکلات میں ان کا ساتھ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا استحصال ہو۔ ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت پیدا کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کتنا بُرا ہے اشیائے ضروریہ کو روک لینے والا آدمی۔ (مشکوٰۃ) ہمارے ہاں یہ عجیب چلن ہے رمضان اور دیگر تہواروں میں اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں دگنا تگنا اضافہ کر دیتے ہیں، جبکہ غیر مسلم ممالک میں ہر تہوار اور خوشی کے موقع پر اکثر چیزوں کے نرخوں میں چالیس سے پچاس فیصد تک رعایت اور کمی ہو جایا کرتی ہے۔ رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت اور عبادت بہت زیادہ ہو جایا کرتی تھی، جبکہ ہمارے بخل اور کمائی میں کئی چند اضافہ ہو جاتا ہے۔

وہ سنہری اُصول جو آپؐ نے مسلمانوں کو بتائے تھے، ان پر ہمارے بجائے غیر عمل کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ترقی کر رہے ہیں اور ہم پستی اور زوال کی گہری کھائیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اسلام کے بعض احکام ایسے ہیں جن کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اعمال کرنے والے ترقی کرتے ہیں۔ خواہ وہ اعمال مسلمان کریں یا کفار و مشرکین۔ جو بھی ان اعمال کو اختیار کرے گا وہ ترقی ضرور کرے گا۔ ان میں سے بعض اعمال یہ ہیں: انتظام اور نظم و ضبط، پابندیٔ وقت، راز داری، اتحاد و اتفاق، عزت نفس، اپنے کام سے لگن، قومی املاک کی حفاظت، اجتماعیت۔ ذرا گہری نظر سے جائزہ لیجیے، ان اقوام کی ترقی انہی اعمال کی وجہ سے ہے۔ یہ قیمتی اصول انہوں نے ہمارے گھر سے چرائے ہیں۔ انہوں نے قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی تیز رفتاری ترقی دیکھی۔ ہماری ترقی دیکھ کر ان کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ انہوں نے بھی ہماری ترقی کے رازوں کی جستجو کی۔ وہ حقیقت کو پا گئے۔ انہوں نے ان اصولوں کو ترقی کا اصل راز سمجھا اور ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا۔ چونکہ ان اصولوں کی خاصیت ہی یہ ہے وہ ان پر عمل کرنے والوں کو ترقی اور عزت دیتے ہیں، اس لیے وہ ترقی کرتے چلے گئے۔

حضرت علی ؓ کا قول ہے: معاشرہ کفر کی وجہ سے تو باقی رہ سکتا ہے، لیکن ظلم اور ناانصافی پر مبنی معاشرہ نہیں۔ آج وطن عزیز میں عوام کو کئی خوفناک مسائل کا سامنا ہے۔ امن و امان کا مسئلہ ہے، رشوت اور حرام خوری ہے، قتل و غارت گری ہے، دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے، ملاوٹ اور کرپشن ہے، بدامنی، چور بازاری اور بددیانتی ہے، ظلم و ناانصافی ہے۔ اور تو اور رمضان جیسے مہینے میں بھی عوام کو لوٹنے اور اپنی تجوریاں بھرنے کا چلن ہے۔ ہم رمضان میں بھی غریبوں کے لیے سہولتیں اور راحتیں دینے کے بجائے مشکلات اور تکلیفیں پیدا کرتے ہیں۔ سستی اشیاء فراہم کرنے کے بجائے غریبوں کا خون نچوڑتے ہیں۔ ہمیں من حیث القوم چاہیے کہ ہم ایثار، قربانی، ڈسپلن اور برداشت کا مادہ پیدا کریں، تاکہ بیش بہا اور لازوال تحفوں، نعمتوں اور برکتوں سے اپنا پورا پورا حصہ وصول کر سکیں اور مہمان مکرم کے چلے جانے کے بعد کسی افسوس، حسرت، ندامت یا پشیمانی کا شکار ہونے کے بجائے صمیم قلب سے اللہ کے شکر گزار ہوں کہ اللہ نے خوب توفیق سے نوازا۔

(''بشکریہ روزنامہ اسلام'')

مصر کی صورتِ حال اور دینی جماعتوں کے لیے سبق

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی
بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال: کہا یہ جا رہا ہے کہ مصر میں اسلام بمقابلہ سیکولرازم کی جنگ امریکی آشیر باد سے سیکولر طبقے نے جیت لی ہے۔ کیا آپ اس تھیوری سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس بات کو سمجھنے کے لیے کہ امریکا ایسا کیوں کر رہا ہے، ہمیں تاریخی پس منظر کو سامنے رکھنا ہو گا۔ امریکا اس وقت سول سپر پاور بن چکا ہے۔ انہوں نے طویل جدوجہد کے بعد یہ مقام حاصل کیا ہے۔ ان کی منصوبہ بندی وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتی، وہ دہائیوں کے حساب سے پلاننگ کرتے ہیں۔ امریکا دوسری جنگ عظیم کے بعد سپر پاور بن کر سامنے آیا۔ اس کے بعد اس نے جہاں دوسرے معاملات پر توجہ دی، وہاں اپنے دشمنوں کی بھی ایک ترجیحی فہرست بنائی، جس میں سرفہرست کمیونسٹ بلاک کو رکھا، اس کے بعد عالم اسلام کو جبکہ تیسرے نمبر پر چین (کنفیوشس تہذیب) کو ٹارگٹ بنایا۔ اس نے سوویت یونین کو کمزور کرنے کے لیے ان مسلم ممالک کی مدد حاصل کی جنھیں اس نے بعد میں تباہ کرنا تھا۔ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد اس نے مسلمان ممالک کا رخ کیا۔ اگر کہیں امریکہ کسی مسلمان ملک کی حمایت یا دوستی کا دم بھرتا ہے تو بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ دوستی کے پردے میں وہ دشمنی کر رہا ہے۔ اس تناظر میں امریکا کی سعودی عرب سے دوستی ظاہری اور وقتی ہے۔ امریکا اصلاً اسلام دشمن ہے۔ کسی مسلمان ملک سے دوستی یا دشمنی اس کا مقصد نہیں۔ جس طرح آپ نے مصر کی بات کی۔ مصر میں حسنی مبارک اگرچہ امریکا کا چہیتا حکمران تھا جو سیکولر ذہن رکھتا تھا۔ مصر کی فوج بھی سیکولر ہے۔ جب امریکا نے دیکھا کہ عوام کی بڑی تعداد اس کے خلاف نکل آئی ہے اور اب اسے مزید سہارا نہیں دیا جا سکتا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ جونہی الاخوان المسلمون کی حکومت آئی، امریکا نے اس حکومت کے خلاف ان لوگوں کو اُٹھانا شروع کر دیا جو الاخوان المسلمون کے خلاف تھے۔ بالآخر فوج کی مدد سے یہ حکومت ہٹا دی گئی۔ ابھی کھیل ختم نہیں ہوا۔ امریکا نے پہلے لوگوں کو اکٹھا کر کے مرسی حکومت کے خلاف کھڑا کرنے میں کردار ادا کیا اور اب امریکا جو حکومت لے کر آیا ہے، اس کے خلاف بھی لوگوں کو کھڑا کرے گا، تاکہ ہر وقت ایک انتشار کی کیفیت برپا رہے۔ مسلم ممالک میں یہی اس کا طریقہ واردات ہے۔ اگرچہ مصر کے معاملے میں اسرائیل کی پس پردہ سازشوں کو زیادہ دخل ہے کیونکہ عرب دنیا میں اسرائیل کو اگر کسی سے خطرہ ہو سکتا ہے تو وہ مصر ہے۔ لہٰذا مصر کو کمزور سے کمزور تر کرنے کے لیے وہاں مختلف گروپوں کو اسی طرح لڑایا جاتا رہے گا، تاکہ وہاں سیاسی استحکام پیدا نہ ہو سکے۔ یہ امریکا اور اسرائیل کا اصل ہدف ہے۔

سوال: کہا یہ جا رہا ہے کہ محمد مرسی کو امریکہ اور اسرائیل کی مخالفت کی وجہ سے نہیں بلکہ خراب طرزِ حکمرانی کی وجہ سے اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: امریکا سپر پاور تو ہے لیکن اس کے لیے ایک مشکل بھی ہے۔ ایک طرف وہ جمہوریت کا علمبردار ہے اور بنیادی انسانی حقوق کا چیمپئن بنتا ہے۔ دوسری طرف اس کے ایجنڈے میں یہ بھی شامل ہے کہ اسلام پسند طاقتوں کو برسر اقتدار نہ آنے دیا جائے۔ امریکا ان دو انتہاؤں کے درمیان پھنس چکا ہے۔ مسلمان عملی طور پر کتنا بھی کمزور کیوں نہ ہو، اللہ اور رسول ﷺ کا وفادار ہے۔ لہٰذا جس اسلامی ملک میں وہ جمہوریت لانے کی کوشش کرتا ہے جمہوری راستے سے اسلام پسند طاقتیں اقتدار میں پہنچ جاتی ہیں۔ حالیہ تاریخ میں لیبیا میں یہی ہوا۔ شام میں بھی یہی ہونے جا رہا ہے۔ شام میں بشار الاسد کے خلاف قوتوں میں اسلام پسند لوگ زیادہ ہیں۔ مصر میں بھی جمہوریت کے راستے الاخوان المسلمون اقتدار میں آ گئی۔ اب انہیں ہٹانے کے لیے بہانہ تو خراب حکمرانی کا بنایا گیا حالانکہ ایک سال کسی بھی حکومت کی کارکردگی کو پرکھنے کے لیے بہت کم مدت ہے۔ الاخوان المسلمون 1926ء میں قائم ہوئی تھی۔ 84 سالوں کی جدوجہد میں اس جماعت نے بہت سے ارتقائی مراحل طے کیے۔ ابتدا میں اس کی پہچان ایک بنیاد پرست اسلامی جماعت کے طور پر تھی۔ اپنی جدوجہد کے نتیجے میں انہوں نے بے پناہ مصائب اور ظلم و تشدد برداشت کیا۔ اس کے نتیجے میں اب جو حکومت آئی تھی یہ اخوان کے روشن خیال طبقے کی نمائندہ تھی۔ اس حکومت نے بہت سے معاملات پر پہلے ہی سمجھوتا (Compromise) کیا ہوا تھا۔ مرسی خود امریکا میں زیر تعلیم رہے ہیں اور وہ وہیں پروفیسر تھے۔ ظاہر ہے امریکی ثقافت کا ان پر اثر تھا۔ اگرچہ نظریاتی طور پر وہ اخوان سے ذہنی لگاؤ رکھتے تھے۔ جب وہ حکومت میں آئے تو حکومت کی باقی مشینری مثلاً عدلیہ، پولیس اور فوج سابقہ سیکولر نظام کی علمبردار تھی۔ یہی فوج اور پولیس گزشتہ نصف صدی سے زیادہ الاخوان المسلمون کے خلاف کریک ڈاؤن کرتی رہی۔ یہی عدلیہ ان کے خلاف ماضی میں فیصلے دیتی رہی۔ اخوان 52% ووٹ لے کر اقتدار میں آئی تھی۔ ان پر یہ الزام لگا کہ 48% فیصد لوگوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ لہٰذا اخوان مخالف لوگوں کو باہر نکالا گیا جنھیں فوج اور عدلیہ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اگرچہ انہوں نے اپنے آئینی کوڈ کے مطابق مرسی کو برطرف کر کے عدلیہ کے سربراہ کو صدر بنا دیا لیکن کیا ضروری تھا کہ مرسی کو قید بھی کیا جاتا۔ اخوان کے لوگوں نے جب احتجاج کیا تو فائرنگ کر کے کئی لوگوں کو مار دیا گیا۔ بیسیوں زخمی ہو گئے۔ کیا اب یہ گڈ گورننس ہے۔ جہاں تک صدر مرسی کے ایک سالہ دورِ اقتدار کا تعلق ہے اس میں انہوں نے اپنی جماعت کے منشور پر عملدرآمد کے حوالے سے جو رکاوٹیں آئیں انہیں دور کیا۔ مثلاً فوج کے سربراہ کو تبدیل کیا۔ جسے سربراہ بنایا گیا اُسے آؤٹ آف ٹرن ترقی دی۔ لیکن یہ حکومت کے سربراہ کا آئینی حق ہے۔ اسی طرح عدلیہ پر پابندی لگائی کہ وہ حکومتی فیصلوں کے خلاف کسی کیس کی سماعت نہیں کر سکتی۔ اس اقدام کو سطحی طور پر دیکھیں تو یہ بڑا غلط لگتا ہے کہ عدلیہ کو تو آزاد ہونا چاہیے لیکن اگر کوئی عدالت حکومت کو کام کرنے ہی نہ دے تو پھر ایسا قدم اُٹھانا اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنھیں بہانہ بنا کر صدر مرسی کو ہٹایا گیا۔ تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں کہ انور سادات نے جب اسرائیل کو تسلیم کیا تھا تو مصر پر نوازشات کے

دروازے کھول دیے گئے تھے۔ مرسی نے جب سابقہ حکومتوں کے ایسے فیصلوں کو ریورس کرنا شروع کیا تو عالم کفر نے ہاتھ کھینچ لیا اور معیشت متاثر ہوئی۔ اسی طرح انہوں نے سیاحوں پر شراب نوشی اور دوسری پابندیاں عائد کیں تو سیاحت کی صنعت زوال پذیر ہوئی۔ ایسے اقدامات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے معاشی معاملات کو درست کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ لہٰذا ایک سال میں کسی حکومت کی کارکردگی کو پرکھنا قرین انصاف نہیں۔ کیونکہ ان کے معاشی یا انتظامی اقدامات کا اثر ابھی معاشرے میں ظاہر ہونا شروع نہیں ہوا تھا۔ کسی حکومتی پالیسی کے نتائج کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال : ایک رائے یہ ہے کہ محمد مرسی صاحب نے زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل کرنے کے لیے عدلیہ اور فوج کی مخالفت مول لی جو 48% مرسی مخالف مصری عوام کو پسند نہ آئی۔ فوج کا حالیہ اقدام اسی کا شاخسانہ ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا : مرسی ایک جمہوری عمل کے نتیجے میں صدر بنے تھے۔ جمہوری عمل میں 50% سے کم ووٹ لینے والی جماعتوں کی حکومت بھی قائم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا سوال یہ نہیں ہے کہ مصر میں 48% لوگوں کی مرسی کے خلاف اپوزیشن تھی۔ اخوان نے 52% ووٹ لیے جس کا مطلب ہے کہ مصری عوام کی اکثریت ان کے ساتھ تھی۔ جہاں تک عدلیہ کا معاملہ ہے اُس نے آغاز ہی سے مرسی کے راستے میں بڑی زبردست رکاوٹیں کھڑی کیں، اور انتہائی غیر عادلانہ طریقے سے ان کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ اس پر مرسی صاحب کے ایکشن کو کسی حد تک Justify کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اور یہ کون سی عدلیہ کی آزادی ہے کہ ایک چھوٹے سے غیر اہم قانونی نکتے کو بنیاد بنا کر پارلیمنٹ ہی کا تیا پانچہ کر دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ عدلیہ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ ہم مرسی کی حکومت کو چلنے نہیں دیں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس حوالے سے عدلیہ نے 90% سے زیادہ جانبداری کا مظاہرہ کیا تو غلط نہ ہوگا۔ مرسی نے جب عدلیہ کے حوالے سے آرڈیننس جاری کیا تو اس میں وضاحت کی تھی کہ عدلیہ کے اختیارات میں یہ کمی نئے آئین کی تشکیل تک ہوگی۔ جب نیا آئین بنا جسے ریفرنڈم میں 60% ووٹوں سے عوام کی حمایت حاصل تھی تو عدلیہ نے اس آئین کی بھی مخالفت کی۔ جہاں تک فوج کا تعلق ہے، مصر کی فوج ہو، ترکی فوج ہو یا پاکستانی فوج ہو ان کے امریکا سے خصوصی تعلقات ہیں، کیونکہ امریکا سمجھتا ہے کہ مسلمان ممالک میں جمہوریت اتنی مضبوط نہیں ہوتی لہٰذا فوج کے ذریعے جمہوری حکومتوں کو راستے سے ہٹا دینا اس کے لیے آسان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکا اکثر مسلم ممالک کی فوج سے خصوصی اور گہرا تعلق قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مصری فوج کو امریکا سے براہ راست امداد ملتی ہے۔ کیا کسی ملک کی فوج کو زیب دیتا ہے کہ وہ بیرونی طاقت سے براہ راست تعاون حاصل کرے؟ مرسی حکومت کی جن غلطیوں کو بنیاد بنا کر فوج نے ان کو ہٹایا، کیا دنیا کے دوسرے ممالک کی حکومتوں سے وہ غلطیاں نہیں ہوتیں۔ اگر ہر ملک میں یہ معاملہ شروع ہو جائے گا کہ کسی ایک غلطی پر فوج اپنی حکومت کو برطرف کردے تو نظام نہیں چل سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصر میں عدلیہ اور فوج نے جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ کسی چیف جسٹس کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ ملک کا صدر بن کر بیٹھ جائے۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہوا ہے، تاکہ اسلامی نظام کی خوبیاں دنیا کے سامنے آشکارا نہ ہو جائیں۔ میرے نزدیک مصر میں مرسی اور الاخوان المسلمون کی غلطی یہ نہ تھی کہ انہوں نے فوج یا عدلیہ سے ٹکراؤ مول لیا۔ ان کی اصل ''غلطی'' یہ تھی کہ انہوں نے اپنی نظریاتی بنیادوں سے انحراف نہ کیا۔ یہی ان کے اقتدار کے زوال کی وجہ بنا ہے۔

سوال : حکومت سعودی عرب نے مصر میں حالیہ فوجی اقدام کی تائید کی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کا مرسی حکومت کو برطرف کرنے کے اقدام کی تائید تکلیف دہ ہے۔ سعودی عرب نے تو نئی حکومت کو 5 ارب ڈالر کی امداد دی ہے۔ متحدہ عرب امارات نے 2 ارب ڈالر کا قرضہ دیا ہے اور ایک ارب ڈالر کی امداد دی ہے۔ دراصل وہ ''عرب سپرنگ'' یعنی عرب نوجوانوں میں بیداری کی لہر سے خوفزدہ ہیں۔ مصر اور لیبیا میں جو واقعات ہو چکے تھے اس کی بنا پر انہیں خوف تھا کہ عرب نیشنلزم کی بنیاد پر یہ لہر اُن کے ہاں بھی نہ پہنچ جائے، لہٰذا وہ اس کا راستہ روکنے والے ہر اقدام کی تائید کریں گے۔ الاخوان المسلمون کی حکومت کی برطرفی کے فیصلے کو اسی لیے باقی عرب حکمرانوں نے پسند کیا کیونکہ الاخوان المسلمون کے سیاسی اسلام کا تصور ان کے حق میں نہیں جاتا۔

سوال : ایوب بیگ صاحب! مصری فوج کے اخوان حکومت کے خلاف اقدام کی اصل وجہ کیا ہے؟ کیا شام میں حکومت مخالف قوتوں کی حمایت اس کی وجہ بنی؟

ایوب بیگ مرزا : G-8 میں یہ بات کی گئی ہے کہ ہم شام میں اپوزیشن کو علانیہ اسلحہ دیں گے اور بغاوت میں ان کی مدد کریں گے۔ سعودی عرب بھی وہاں باغیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اسرائیل اور امریکہ خود باغیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ صدر مرسی کی باغیوں کی حمایت اور مدد کو بہانہ بنا کر ان کی حکومت برطرف کرنا کسی طور درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلم کاز اور مسلم ورلڈ کی ہر طرح مخالفت کرنا امریکہ اور اسرائیل کا ایجنڈا ہے۔ اگرچہ شام کے معاملے میں مرسی اور امریکہ کا مؤقف ایک تھا لیکن مرسی کے اس اقدام کو فوجی ایکشن کے لیے بہانہ کے طور پر استعمال کرنے کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ ''مجھے تمہارا آٹا گوندھتے ہوئے ہلنا پسند نہیں''۔ میرے خیال میں مرسی کا اصل جرم امریکا کے نزدیک یہ تھا کہ انھوں نے فلسطینیوں کی مدد کے لیے مصر کی طرف سے غزہ کی وہ پٹی کھول دی جو حسنی مبارک نے بند کر رکھی تھی۔ یہ اسرائیل کو کسی طور گوارا نہیں تھا۔ مرسی حکومت کی برطرفی کی بڑی وجہ یہی بات بنی۔ مرسی کو اب تک عوامی تائید حاصل ہے۔ اس کے حق میں جو مظاہرے ہوئے ان میں لوگوں کی ریکارڈ تعداد موجود تھی۔ دراصل بیڈ گورننس کے بہانے صدر مرسی کو برطرف کر کے زبردستی کی گئی ہے اور ظلم کو رواج دیا گیا ہے۔

سوال : یہ بتائیں کہ پاکستان سمیت پوری مسلم دنیا میں جمہوریت اور جرنیلوں کے درمیان کشمکش کیوں جاری رہتی ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : مسلم ممالک کی اکثریت نے نوآبادیاتی نظام سے ماضی قریب میں آزادی حاصل کی ہے۔ ان ممالک میں فوج کا ادارہ نوآبادیاتی نظام کے زیر سایہ وجود میں آیا۔ لہٰذا ان ممالک کی فوجی روایات برطانوی یا فرانسیسی روایات سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اسلام میں مردے کے دفنانے کا ایک طریقہ ہے جس کی پوری مسلم دنیا میں پاسداری کی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں جب کوئی فوجی ڈیوٹی پر ہلاک ہو جاتا ہے تو اسے توپوں کی سلامی دی جاتی ہے، گن فائر کیا جاتا ہے، بگل بجایا جاتا ہے۔ یہ نوآبادیاتی نظام کی روایت ہے۔ اسلامی روایات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک سادہ سی مثال ہے۔ اس کے علاوہ بھی مسلم ممالک کی فوج میں بہت سی غیر اسلامی روایات موجود ہیں جو مسلم ممالک میں حکومت سے اختلافات کا باعث بنتی ہیں۔ اسی طرح ان ممالک میں جمہوریت کا معاملہ ہے کہ جمہوری روایات کی پاسداری نہیں کی جاتی۔

صدر مرسی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ 52% ووٹ لے کر اقتدار میں آئے تھے اور ان کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ 48% لوگوں کو بلڈوز کر کے پالیسیاں بناتے۔ آپ کو معلوم ہے، وہاں اپوزیشن نے سال میں 24 ملین مارچ اور کل سات ہزار دھرنے دیے۔ گویا انہیں کام کرنے ہی نہیں دیا گیا۔ جمہوری حکومت کو کام کرنے نہ دیں اور اپوزیشن عوام کو لا کر سڑکوں پر بٹھائے رکھے تو جمہوری روایات کے مطابق بیڈ گورننس کا الزام زیادتی ہے۔ یہاں تو گورننس کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ پہلے انھیں اپنی کوئی پالیسی نافذ کرنے دیں اس کے بعد اس پالیسی کے نتائج ظاہر ہونے کا انتظار کیا جائے۔ اس سے پہلے ہی کسی پالیسی کی مخالفت کو ''مخالفت برائے مخالفت'' ہی کہا جائے گا۔ درحقیقت ان کا برسر اقتدار آنا ہی ایک طبقے کو پسند نہیں تھا۔ اس طبقے کو فوج، عدلیہ اور بیرونی طاقتوں کی اشیر باد بھی حاصل تھی۔ اس لیے مرسی صاحب کو ناکردہ گناہوں کی سزا میں اقتدار سے دیس نکالا دے دیا گیا۔

سوال: مصر کے اس پورے منظر نامے میں پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کے لیے کیا سبق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھیے، یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ مرسی صاحب کو کام نہیں کرنے دیا گیا۔ لیکن میں آپ کے سوال کے جواب میں تصویر کا دوسرا رخ پیش کرنا چاہوں گا۔ صدر مرسی اور الاخوان المسلمون اگر مصر میں واقعتاً اسلام کا حقیقی نظام عدل اجتماعی لانا چاہتے تھے تو پھر انہیں اس انداز میں حکومت میں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ الاخوان المسلمون کے بانی حسن البنا جنہیں 43 برس کی عمر میں شہید کر دیا گیا ان کا طرز دعوت، طرز تربیت بالکل مختلف تھا۔ ان کے بعد جمال عبدالناصر سے حسنی مبارک تک الاخوان المسلمون پر انتہائی مظالم ڈھائے گئے۔ اس ظلم و ستم کی شدت کو الفاظ یا تحریر میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ الاخوان المسلمون نے اپنے اصل مؤقف سے پسپائی اختیار کرنا شروع کر دی۔ یعنی انہوں نے ان مظالم کے نتیجے میں خود کو فوج، امریکا اور وقت کے تقاضوں کے مطابق قابل قبول بنانا شروع کر دیا۔ مصر میں ایک منتشر اور منقسم معاشرہ پایا جاتا ہے۔ وہاں مغربی تہذیب کے دلدادہ بھی ہیں اور مذہب سے محبت رکھنے والے لوگ بھی ہیں۔ الاخوان المسلمون وہاں اب اعتدال پسند مذہبی جماعت کے طور پر پہچانی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ وہاں سلفی مکتب فکر کی جماعت ''النور'' موجود ہے جو بہت کٹر مذہبی تصورات رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں ایسے نوجوان موجود ہیں جو انسانیت کے حوالے سے کام کرنا چاہتے ہیں اور اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک واضح اقلیت عیسائیوں کی بھی مصر میں موجود ہے۔ اس منقسم معاشرے میں جمہوریت کے ذریعے اقتدار میں آنے کے لیے الاخوان المسلمون کو ان قوتوں کے لیے اپنے آپ کو قابل قبول بنانا پڑا۔ جمہوری عمل میں حصہ لینے کے نتیجے میں ان کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ سیکولر فوج کی قوت کو توڑ سکتے یا لبرل قوتوں کو شکست دیتے۔ ان سب قوتوں کی موجودگی میں الاخوان المسلمون کے لیے اسلامی اصلاحات کا نفاذ بہت مشکل تھا۔ ایسا ہی ہوا اور بالآخر یہ قوتیں غالب آ گئیں۔ اس حوالے سے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب کوئی قوت اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے میدان میں آتی ہے تو اسے کئی راستے دکھائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں ہوا۔ آپؐ نے جب اپنے معاشرے میں کام شروع کیا تو قریش نے آپؐ کو مختلف پیشکشیں کیں کہ آپؐ کو ہم بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ آپؐ جہاں چاہیں وہاں شادی کر دیتے ہیں، جتنا مال چاہتے ہیں وہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بادشاہت حاصل کر کے مشرک معاشرے کو تبدیل کرنے جیسا کوئی آپشن اختیار نہیں فرمایا۔ آپؐ نے کسی باطل قوت کے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کیا، بلکہ آپؐ نے اینٹی اسلام قوتوں کو اپنے تربیت یافتہ اصحابؓ کے ذریعے مکمل شکست فاش دے کر اقتدار حاصل کیا۔ اس کام میں 23 برس لگے۔ فتح مکہ وہ موقع ہے جب مسلمان اس پوزیشن میں تھے کہ جزیرہ نمائے عرب میں کوئی مخالف قوت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ کسی بھی ملک میں آج بھی اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اسلامی جماعتوں کو یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم جمہوری عمل میں حصہ لے کر اقتدار میں پہنچ جائیں گے اور اسلامی نظام قائم کر دیں گے۔ یہ نہایت مشکل ہے، کیونکہ جب آپ انتخابات کے ذریعے آتے ہیں تو بہت سی قوتوں کے ساتھ سمجھوتا کر کے آتے ہیں۔ مصر میں سیکولر فوج نے انتخابات کرائے۔ الاخوان المسلمون نے 52% ووٹ حاصل کیے۔ اس کے باوجود فوج انہیں اقتدار دینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ فوج نے انتقال اقتدار میں مزاحمت کی اور مرسی صاحب کو ان سے مذاکرات کرنا پڑے۔ ظاہر ہے مذاکرات میں کچھ لینا اور کچھ دینا پڑتا ہے۔ یعنی انھیں اینٹی اسلام قوتوں سے سمجھوتا کرنا پڑا اور یہ مخالف قوتیں ان کو اقتدار ملنے کے باوجود اپنی جگہ موجود تھیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مرسی کی پالیسیاں انہیں سوٹ نہیں کرتیں تو انہوں نے ان کے نیچے سے سیڑھی کھینچ لی۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ اقتدار کے لیے ان قوتوں سے سمجھوتا کرنے کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے منہج کے مطابق ان قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھتے۔ اس کام میں جتنا بھی وقت لگے لیکن بے صبری کا معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کے لیے یہ فرض نہیں ہے کہ وہ دین کو غالب کر کے دکھائیں۔ پاکستان کے مسلمان ہوں یا کسی اور ملک کے مسلمان ہوں ان پر فرض یہ ہے کہ وہ دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد پورے خلوص اور بھرپور طریقے سے کرتے رہیں۔ دین کا غلبہ اسی وقت ہوگا جب اللہ چاہے گا۔ ہم غلبۂ دین کے مکلف نہیں، اس کے لیے جدوجہد کرنے کے مکلف ہیں۔

پاکستان میں بھی دینی جماعتیں جب انتخابات میں حصہ لیتی ہیں تو انھیں بعض اوقات سیکولر جماعتوں سے بھی سیٹ ایڈجسٹمنٹ کرنا پڑتی ہے۔ اس سے یوں لگتا ہے کہ اسلام ان کا مقصود نہیں بلکہ اسلام آباد ان کا مقصود ہے۔ دور حاضر میں ترکی اور الجزائر وغیرہ کی مثالوں کے بعد دینی جماعتوں کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے منہج کے مطابق ملک میں اسلامی انقلاب لانے کی جدوجہد کریں۔ سمجھوتا ایکسپریس کے ذریعے اسلام اب تک نہ کہیں آیا ہے نہ مستقبل میں اس کا امکان ہے۔ اینٹی اسلام قوتوں کا سر کچلے بغیر اسلامی قوتوں کو اقتدار مل بھی جائے تو ان کو کام نہیں کرنے دیا جائے گا۔ ایک بات مزید عرض کرتا چلوں کہ جب کوئی اسلامی جماعت منہج محمدی ﷺ کے مطابق کہیں اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو کسی قسم کی تدریج اختیار نہ کرے بلکہ انقلابی اقدامات کرتے ہوئے فوری اسلامی نظام نافذ کرے۔ تدریج اختیار کرنے کے نتیجے میں اینٹی اسلام قوتیں جنھیں آپ نے کرش کیا ہے انہیں دوبارہ سر اُٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ لہٰذا آپ انقلابی اور ہنگامی طور پر اسلام کی طے شدہ چیزوں کو نافذ کر دیں۔ مثال کے طور پر سود کے بارے میں کیا یہ طے کرنے کی ضرورت ہوگی کہ سود لینا چاہیے یا نہ لیا جائے؟ اسی طرح کیا فحاشی و عریانی کے خاتمے کے لیے کسی تدریج کی کوئی گنجائش ہوگی؟ ٹھیک ہے بعض معاملات پر مشورہ اور تدریج اختیار کی جائے گی لیکن اسلام کے مسلّمات اور بنیادی احکامات کو فوری طور پر نافذ کرنا ہوگا۔ رینگتا ہوا اسلام لانے کی کسی بھی کوشش کا وہی حشر ہوگا جو مصر میں ہوا یا اب ترکی میں ایک اسلام پسند حکومت کے ساتھ ہو رہا ہے۔

[مرتب: فرقان دانش]

’’آفریں! بنی اسرائیل آفریں‘‘

جو سوچا، کر دکھایا

غلام خیر البشر فاروقی

بنی اسرائیل کو سابقہ امت مسلمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک زمین پر اللہ کی نمائندگی کے منصب پر فائز رہے۔ اڑھائی ہزار سال تک نبوت و رسالت انہی میں چلتی رہی۔ مگر اُن کی تاریخ حق کی مخالفت، سرکشی اور قتل انبیاء جیسے سنگین جرائم سے بھری پڑی ہے۔ مکہ مکرمہ میں جب بنی اسمٰعیل میں آخری نبیؐ کی بعثت ہوئی، تو محض اس بنا پر کہ نبی آخر الزماں ﷺ بنی اسرائیل میں سے کیوں نہیں آئے، وہ پیغمبر اسلامؐ کو نبی برحق جاننے کے باوجود آپؐ اور آپؐ کی پیش کردہ دعوت حق کے دشمن بن گئے، اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ یہودی سازشوں کا یہ سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے، آج تو یہ اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ جناب غلام خیر البشر فاروقی کی غیر مطبوعہ کتاب ’’بشر نامہ‘‘ انہی سازشوں کا چشم کشا احوال ہے، جس کا پہلا باب قارئین ندائے خلافت کے مطالعے اور غور و فکر کے لئے قسط وار پیش کیا جا رہا ہے۔ دوسری جانب اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کا رُخ اسلام کی تابندہ تعلیمات کی روشنی میں سعی و جہد سے پھیر کر ترک دنیا اور چلہ کشی کی طرف موڑ دیا گیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ محکومی اور ذلت و نکبت اُن کا مقدر بن گئی۔ اہل اسلام کو اُن کا دین دنیا میں سربلندی اور آخرت میں نجات کا جو راستہ بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ رات کے راہب اور دن کے شہسوار بنیں، مگر انہوں نے یہ راستہ چھوڑ دیا اور اقبال کے اس شعر کا مصداق بن گئے جو انہوں نے اپنی معرکہ آرا نظم ’’ابلیس کی مجلس شوریٰ‘‘ میں ابلیس کی زبانی کہلوایا ہے۔

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

(ادارہ)

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کار تریاقی

موضوع ہذا اپنی کتاب کروسیڈ؟ کے حصہ دوئم دجال کی تمہید باندھتے باندھتے فی البدیہہ طویل ہوتا گیا جس کے بعد احقر نے اپنے غیر معمولی موقف کو علیحدہ کتابی شکل دینے کا فیصلہ کیا ہے، تا کہ تصنیف ہذا امتیاز رنگ و مذہب تمام انسانیت کے لئے بتوفیق الٰہی ایک تاریخی و مشاہداتی ’’انسائیکلو پیڈیا‘‘ ثابت ہو۔ زمینی حقائق و حوادث کی برق رفتاری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناچیز نے مناسب جانا کہ عصر حاضر کے اس غیر معمولی و اچھوتے موضوع کو اہل علم اور ’’خواصِ عصر‘‘ کے لیے دعوت فکر کے طور پر پیش کرے تا کہ دنیائے انسانیت کو حقائق کے تناظر میں مستقبل کے لئے کوئی واضح لائحہ عمل یا سمجھوتا کرنے میں مدد مل سکے۔ اس ضمن میں گزشتہ دو عشروں سے جو جذباتی کاوشیں کتابی شکل میں ہوئی ہیں وہ یکطرفہ جذبات و احساسات پر مشتمل ہیں۔ جب کہ آج احقر کا موضوع سخن خالصتاً زمینی حقائق کا عکاس ہے۔ کیونکہ ’’حقائق‘‘ حقائق ہی ہوتے ہیں جنہیں جھٹلانا مزید پیچیدگیاں پیدا کرتا ہے۔ میرے اس موقف سے کوئی غلط نتیجہ نہیں اخذ ہونا چاہیے۔ آج جس طرف زمینی حالات جا رہے ہیں احقر نے ان کی روشنی میں ایک ’’نشتر گر‘‘ (طبیب) کی حیثیت میں تشخیص کر کے اہل دانش کو قابل عمل علاج ڈھونڈنے کا عندیہ دیا ہے، تا کہ ’’نہ منم‘‘ کی ہٹ دھرمی سے ہٹ کر لائحہ عمل مرتب ہو۔

راقم الحروف خدا کو حاضر ناظر جان کر حلفاً اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ کہوں گا ایک محقق و مورخ کی حیثیت سے سچ کہوں گا۔

(1) میں پکا اور سچا مومن اگر نہیں بھی، تو مسلمان ضرور ہوں۔

(2) گو کہ مستقل تہجد گزار نہیں تاہم نماز پنجگانہ کا عادی ضرور ہوں۔

(3) میں ختم نبوت محمد ﷺ پر پختہ یقین و ایمان رکھتا ہوں

(4) یہودیوں سے نفرت اگر نہیں کرتا، تو محبت بھی ہرگز نہیں رکھتا، اور انہیں بروئے قرآن حکیم کبھی بھی اپنا دوست نہیں سمجھا۔ (سورۃ المائدہ، آیات 51،52)

(5) نہ ہی ان کا آلۂ کار اور ایجنٹ ہوں، اور نہ کبھی کسی یہودی سے آج تک ملا ہی ہوں۔ اس کے باوجود بنی اسرائیل کی ذہنی و نفسی صلاحیتوں کے پیش نظر بروئے قرآن حکیم ان کی آج دیگر اقوام عالم پر فوقیت حاصل ہونے کو تسلیم کرتا ہوں، جس کے رُوحانی اور الہامی پس منظر سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آگاہ ہوں۔ (البقرہ، آیت: 122)

مضمون ہذا کا آغاز مئی 2003ء میں اس وقت ہوا جب میری کتاب بعنوان ’’کروسیڈ‘‘ شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ جس کا لب لباب اوّل تا آخر ’’یہود دشمنی‘‘ پر ہے۔ کتاب کی اشاعت پر جہاں مجھے ہر اسلامی مکتب فکر سے داد تحسین ملی، وہاں ’’یہود کی قبولیت توبہ‘‘ کے باب نمبر 16 پر اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ جس کے ردعمل میں فطری طور میرا تجسس تحقیق مزید بڑھا، اور کتاب مذکورہ کے حصہ دوم ’’دجال؟‘‘ کی تیاری شروع کر دی۔ لیکن ناگہانی انداز میں ’’موضوع سخن‘‘ یہودیوں کی کردار کشی کی بجائے حکمت عملی اور زمینی حقائق کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ کیونکہ بعض تجزیئے، خبریں، تبصرے نہ صرف یہ کہ مفروضوں پر مبنی ہوتے ہیں بلکہ اکثر اُن میں ذاتی پسند و ناپسند شامل ہوتی ہے، جن سے شکوک و شبہات کی فضا جنم لیتی ہے۔ یہ کہنا کہ کوئی تجزیہ نگار، مفکر، مصنف و مؤلف یا کوئی بھی فرد اپنی پسند و ناپسند سے مکمل طور پر آزاد ہو سکتا ہے، یہ انسانی فطرت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی نوعیت کی مقدمہ میں ایک جیسی شہادتوں پر مختلف ججوں اور قاضیوں نے مختلف فیصلے دیئے ہیں جب کہ یقینی طور پر ہر فیصلہ اپنی اپنی فکر اور دانش کے زاویوں سے دیانتدارانہ سمجھ کر ہی صادر کیا جاتا ہے۔

☆ انسان بہر حال خطا کا پتلا ہے، جو اپنی بشری فطرت سے بالاتر نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہونا یہ چاہئے کہ ہر فکر و نظریہ کے پیچھے ضمیر کی ثالثی کے پیمانے کو کُند نہیں ہونے دیا جائے۔ اپنی اپنی ثالثی یا اختلاف رائے کے لئے بھی کچھ مواد ضرور ہونا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو بار بار کی غلط ثالثی سے یقینی طور پر انسانی ضمیر بتدریج کمزور اور لاغر ہو کر اپنا حقیقی موقف بے وزن کر دے گا۔ اسی لئے احقر نے اپنے مضمون کا عنوان حالات حاضرہ کی حقیقت کو چنا ہے۔ (آفرین بنی اسرائیل آفرین! جو کچھ کہا کر دکھایا) کہ کس طرح وہ مغضوب قوم جو اقوام عالم میں عددی اعتبار سے سب سے چھوٹی اقلیت ہے، اپنے نفسی و ذہنی ہتھکنڈوں سے آج تمام اقوام عالم کی اکثریت پر غالب آ چکی ہے۔ راقم 71-1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے نتائج پر اپنے (مرحوم) والد صاحبؒ کو غمگین پا کر ان سے یہودیوں کی تاریخ سنتا رہتا تھا اور بتدریج خود بھی اس شعبے میں تحقیق کو اپنا روحانی مشغلہ بنا لیا۔ جس کے دوران بڑے بڑے عجیب و عظیم انکشافات اور پُر اسرار مشاہدے ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام

شیر خوارگی ہی کی عمر سے اپنے پیغمبر باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شریک امتحانات ارضی رہے۔ جب کہ اسحٰق علیہ السلام بچپن سے ہی شاہی ماحول میں پھلے پھولے۔ بعدازاں اسحٰق علیہ السلام کی پُشت سے لاتعداد پیغمبران بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ظہور پذیر ہوئے۔ جب کہ ڈھائی ہزار سال بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پُشت سے، مقصودِ کائنات، عرق وعطر خلیفۃ الوحدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے، جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی خصوصی دعائے کعبہ کا ماخذ ہیں، جو تمام جہانوں اور ساری انسانیت کے لئے رحمت وسلامتی قرار پائے، جن کی آمد کی اخبار و پیشین گوئیاں تمام اوصاف صادقہ کے ساتھ سابقہ صحیفوں اور کتب الہامی میں موجود تھیں، جنہیں سابق اہل کتاب کے علماء ومشائخ اسی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔

☆ راقم نے اپنے تحقیقِ یہودیت کے نتیجے میں جو کچھ سمجھا، پرکھا، اور محسوس کیا، نہایت دیانت داری سے اپنے قارئین کرام کی خدمت میں من وعن دلائل وسند سے بطور مقدمہ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ''قرآنی وفطری قاعدہ وقانون ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔'' یاد رہے کہ فطرت کے مقررہ قوانین غیر متبدل ہوتے ہیں، یکساں ہوتے ہیں، عالمگیر ہوتے ہیں۔ اس لئے جس عمل سے جو نتیجہ ماضی میں ظہور پذیر ہوا ہے وہی حال ومستقبل میں ہوگا۔ لہٰذا ماضی کے آئینے میں اپنے حال ومستقبل کو دیکھئے، پرکھیئے......اور اپنی خوبیوں، خامیوں، ناکامیوں کے پیش نظر مستقبل کا قابل عمل لائحہ عمل مرتب کیجئے...... یہودیوں کو وہی کچھ ملا، جس کی انہوں نے صدیوں سے کوشش اور سعی کی، اور یہ کوشش وسعی تب ہی نتیجہ خیز ہوسکتی ہے جب اس کے محرکات، اپنے طے کردہ نظریاتی اصولوں اور ٹارگٹس کے لئے بے شمار قربانیاں دیتے ہوئے اکیسویں صدی میں برملا اپنی منزل مقصود کے آخری دروازے پر دستک دی جائے ، کیونکہ مقابلہ ''کفر اور ایمان'' کی بجائے ''مادہ'' کے درمیان ہے۔ جس کے مطابق تمام مطلقیت انسان کو حاصل ہے۔ انسان جدید کی ''کسوٹی'' سائنس ہے، جبکہ سائنس کے نزدیک انسان کے ماوراء کوئی ''قوت'' نہیں۔ جس کے ردعمل میں دنیائے انسانیت اپنے خودساختہ مکافات عمل سے گزر رہی ہے۔ ان کا سائنسی ایمان وعقیدہ ہے کہ مادہ سے توانائی ازخود پیدا ہوتی ہے اور یہ ازخود پیدا شدہ توانائی کائنات میں حرکت کا موجب ہے، جس پر دنیا اور ساری کائنات رواں دواں ہے (اگرچہ حال ہی میں گاڈ پاٹیکل کی دریافت نے اب اس عقیدہ میں دراڑیں ڈال دی ہیں)۔ اس تناظر میں روسی، امریکی اور یورپی یہودیوں کا عصر حاضر میں یہ مافوق الفطرت کارنامہ ہے کہ انہوں نے جس مہارت انگیز دوراندیشی اور دانائی سے اپنے صدیوں پرانے خوابوں کو حقیقت بنا دکھایا ہے، اس کے پیش نظر یہ غیر یہودی اقوام کے لیے جہاں دعوتِ فکر ہے، وہاں درس عبرت بھی ہے، کہ اب نہ صرف انہیں مصلحتاً برداشت کرنا ہوگا بلکہ تسلیم بھی کرنا ہوگا کہ یہ وقت کا تقاضا ہے، مکافات عمل ہے......

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

اور

کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی
اے پیر حرم تیری مناجاتِ سحر کیا؟

''مکافات عمل'' کے زمرے میں ہلاکو خان، سقوط بغداد کی ''مہم'' سے فارغ ہو کر 1258ء میں شام کے حکمران سلطان ناصر کے نام ایک خط میں لکھتا ہے، ''ملک الناصر! تمہیں معلوم ہونا چاہئے، کہ ہم خدا کے لشکر ہیں۔ وہ ہمارے ذریعے سے گناہ گاروں، خطا کاروں، ظالموں اور متکبروں کو سزا دے کر اقوام کی تبدیلی سے معاشرے کی تطہیر کرتا ہے۔ لہٰذا اب تمہاری باری ہے۔ (جاری ہے)

انجمن خدام القرآن (قرآن اکیڈمی) سندھ، کراچی

کے تحت

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ

قرآن فہمی کورس پارٹ I اور II

میں داخلوں کا اعلان

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لئے علومِ دینیہ کی تحصیل کا نادر موقع!

پارٹ I
- علم تجوید
- آسان عربی گرامر
- مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- ترجمۂ قرآن حکیم
- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- دورۂ ترجمۂ قرآن
- مطالعۂ حدیث
- عقیدہ وفقہ
- اسپیشل لیکچرز
- کلام اقبال

پارٹ II
- علم تفسیر
- علم حدیث
- علم فقہ
- اصول تفسیر
- اصول حدیث
- اصول فقہ
- عقیدہ
- عربی زبان وادب
- تحریکیات
- اضافی محاضرات

- پارٹ I اور پارٹ II دونوں ایک ایک سال کے دورانیے پر مبنی ہیں
- پارٹ I میں داخلے کے لئے انٹرمیڈیٹ یا مساوی سند درکار ہوگی
- آغاز: 19 اگست 2013ء
- پارٹ II میں داخلے کے لئے پارٹ I یا مساوی سند لازمی ہے
- خواتین کے لئے شریعت کے مطابق باپردہ اہتمام
- اہل طلبہ کے لئے مناسب اسکالرشپ
- شہر کے باہر سے آنے والے طلبہ کے لئے ہاسٹل اور میس کی عمدہ سہولت موجود ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ہاسٹل/میس کی سہولت قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں صرف حضرات کے لئے دستیاب ہے۔
اسی طرح فی الوقت پارٹ II کا کورس بھی صرف حضرات کے لئے یاسین آباد اکیڈمی میں منعقد کیا جارہا ہے۔

تعارفی نشست:
بروز اتوار 18 اگست 2013ء صبح 9:00 بجے تا نماز ظہر
بمقام: قرآن اکیڈمی ڈیفنس، مسجد جامع القرآن خیابان راحت فیز 6 درخشاں ڈیفنس، کراچی 23-021-35340022

مقامات تدریس:
1. قرآن اکیڈمی ڈیفنس، مسجد جامع القرآن خیابان راحت فیز 6 درخشاں ڈیفنس، کراچی 23-021-35340022
2. قرآن اکیڈمی یاسین آباد، شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی 021-36806561
3. قرآن مرکز گلستان جوہر، مسجد باب القرآن، سالکین بسیرا، بلاک 14 کراچی 021-34255995

- مزید تفصیلات، پراسپیکٹس اور داخلہ فارم ویب سائٹ سے حاصل کریں

www.QuranAcademy.com

اے نیل کی موجو!

1948ء میں لکھی گئی نظم جو آج کے حالات پر بھی پوری طرح منطبق ہوتی ہے

نعیم صدیقی

اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا
تم چاہو تو اک آن میں گھل جائے گا خارا
پانی ہے کہ آتش ہے، یہ پانی ہے کہ پارا
ہر قطرے میں تابندہ ہے جرأت کا شرارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

تاریخ میں تم اپنے نشاں چھوڑ چکی ہو
فرعون کی عظمت کا فسوں توڑ چکی ہو
تم عشرتِ فاروق کا خم پھوڑ چکی ہو
میں جانتا ہوں باگ کدھر موڑ چکی ہو
میں خوب سمجھتا ہوں مشیّت کا اشارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

فرعون کا وہ دور، تشدد کے وہ کرتوت
تہذیب پہ ہر سمت سے چھایا ہوا طاغوت
گہواروں میں جب ذبح کے لیے جانے لگے پُوت
وہ ''طفلکِ معصوم'' وہ بہتا ہوا ''تابوت''
ان موجوں سے تقدیر نے موسیٰ کو اُبھارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

یاں بردہ فروشوں نے جسے بیچ دیا تھا
وہ جس کے تقدس پہ اک الزام لگا تھا
بے جرم کئی سال جو زنداں میں رہا تھا
آخر اسی یوسفؑ کے لیے تخت بچھا تھا
سورج بنا کنعان کا ٹوٹا ہوا تارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

تم مہدیٔ سوڈان کی دعوت کی امیں ہو
بربر کی شجاعت کی، حمیّت کی امیں ہو
اور آج تو اخوان کی اخوت کی امیں ہو
تاریخ کی ہر زندہ روایت کی امیں ہو
ہر زندہ روایت کو کرو زندہ دوبارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

الحاد کی تہذیب سے کب تک یہ عقیدت
اغیار سے یہ خوف، یہ دشمن سے مروّت!
اب ٹوٹے گی مانگے ہوئے افکار کی قیمت
کب تک رہیں آپس میں جدا دین و سیاست
اب چشمِ مسلماں پہ ہے واضح یہ حقیقت
''دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا''
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

ملت کی یہ کھیتی ہے بڑی دیر سے پیاسی
اس خاک کے ہر ذرّے پہ چھائی ہے اداسی
موسم ہو جو موزوں تو یہ زرخیز ہے خاصی
اس خاک کو بس چاہیے نم ایک ذرا سی
اس خاک کو سیراب کرو خوں سے خدارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

ترتیبِ کہن زیر و زبر ہو تو عجب کیا!
تنظیم باندازِ دگر ہو تو عجب کیا!
خم جبر کا اکڑا ہوا سر ہو تو عجب کیا!
تقدیر کے یہ پیشِ نظر ہو تو عجب کیا!
''شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا!''
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

دجلہ کے بھی گرداب ہیں کچھ پہلے سے برہم
کاجان☆ کی لہریں بھی تو بل کھاتی ہیں پیہم
طوفان بآغوش ہیں یاں راوی و جہلم
بے تاب ہے گنگا میں بھی اک موجۂ زمزم
ہے ایک ہی نشہ کہیں گہرا کہیں کم کم!
ہے ایک ہی جذبہ کہیں واضح کہیں مبہم
ہے ایک ہی نغمہ کہیں اونچا کہیں مدھم
مل جائیں گی امواج سے امواج یہ باہم
ہو جائیں گے طوفانوں میں طوفان یہ مدغم
سوتیں ہوں الگ چاہے مگر ایک ہے سنگھم
جو نعرہ ہمارا ہے وہی نعرہ تمہارا
اے نیل کی موجو! نہ کرو خوفِ کنارا

☆ انڈونیشیا کا ایک دریا

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی)

ابن بطوطہ

دنیا کا سب سے بڑا مسلمان سیاح

فرقان دانش

ابتدائی حالات

مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ 1304ء میں مراکش کے شہر طنجہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ساری زندگی سیر وسیاحت میں بسر کی۔ ابن بطوطہ نے دور دراز علاقوں کے لمبے سفر کیے اور دوران سفر اپنے تجربات و مشاہدات کو اپنے مشہور زمانہ سفر نامہ میں قلمبند کیا۔ عظیم مسلم سیاح اُس وقت جبکہ ریل گاڑی، موٹر کار نہیں تھی اقصی سے نکلے اور تقریباً ساری معلوم دُنیا کی سیاحت کرنے کے بعد وطن واپس پہنچے۔ اس سفر میں تیس برس صرف ہوئے۔ ابن بطوطہ کا سفر نامہ نہایت حیرت انگیز معلومات کا خزانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا شمار دنیا کے عظیم سیاحوں میں ہوتا ہے۔

ابن بطوطہ کا پورا نام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن یوسف تھا۔ ان کے خاندان کا تعلق بربری قبیلے لواتہ سے تھا، جو اپنے زمانہ کا معتبر قبیلہ تھا۔

سیاحت

ابن بطوطہ 13 جون 1325ء کو گھر سے حج کے ارادے سے نکلے اور تقریباً ربع صدی بعد نومبر 1349ء میں واپس مراکش پہنچے۔ اس مدت میں انہوں نے ایشیا کے بیشتر ممالک اور مشرق بعید میں چین تک کی سیاحت کی۔ ابن بطوطہ 1326ء میں شمالی افریقہ سے ہوتے ہوئے مصر پہنچے جہاں اسکندریہ کے مقام پر اُن کی ملاقات ایک عالم برہان الدین سے ہوئی جس سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔ برہان الدین نے ابن بطوطہ کو حصول علم کے لیے ہندوستان اور چین جانے کی ترغیب دی۔ ابن بطوطہ جن کے ذہن میں سیر وسیاحت کا شوق پہلے سے موجود تھا، اس ترغیب اور دعوت سے بہت خوش ہوئے۔ برہان الدین نے انہیں ہندوستان کے چند ایسے علماء کے نام بتائے جن سے اس کی ملاقات ضروری تھی۔ لیکن سفری مشکلات کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے اور شام اور فلسطین سے ہوتے ہوئے حجاز شریف پہنچ گئے جہاں انہوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ حج کر چکنے کے بعد ابن بطوطہ عرصہ تک عراق اور ایران میں سیاحت کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مکہ آ گئے اور دو سال کا عرصہ مکہ میں گزار دیا۔ ایک تیسرے سفر میں وہ جنوب عرب سے ہوتے ہوئے مشرقی افریقہ گئے اور واپسی پر خلیج فارس پہنچے۔ یہاں سے وہ تیسری بار مکہ روانہ ہوئے اور حج ادا کیا۔ وہاں سے اسوان پہنچے اور مصر و شام سے ہوتے ہوئے ایشیائے کوچک اور کریمیا چلے گئے۔ ابن بطوطہ نے قسطنطنیہ کی بھی سیر کی جو ابھی ترکوں کے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ یہاں قیصر انڈرونیکوس سوم سے ملاقات ہوئی۔ پھر سمرقند، بخارا، ترمذ، بلخ اور ہرات گئے۔ ہندوکش کے پہاڑوں سے اُتر کر کابل اور وہاں سے پنجاب میں داخل ہوئے۔ یہاں کی سیر کر کے دہلی پہنچے، جہاں سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی۔ جب سلطان کو ابن بطوطہ کے علم و فضل اور عزم وثبات کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے انہیں قاضی شہر کے عہدے پر فائز کر دیا۔ ابن بطوطہ دس برس ہندوستان میں رہے۔ ایک دفعہ سلطان ناراض ہوئے تو ابن بطوطہ کو گھر میں نظر بند کر دیا، مگر پھر بدگمانی دور ہوگئی۔ رہائی کے بعد سلطان نے دوبارہ ملازمت دینی چاہی، ابن بطوطہ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ سلطان نے انہیں کو سفیر بنا کر چین بھیج دیا، لیکن اُن کا جہاز راستے میں تباہ ہوگیا اور ابن بطوطہ بچ بچا کر ہندوستان کے جنوب و مشرق کے جزائر کی سیاحت پر روانہ ہوگئے۔ طیبار، کنٹری، مالدیپ کا چکر بھی لگایا۔

اس سفر کے دوران میں ابن بطوطہ نے دُنیا بھر کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ شادیاں بھی کیں۔ بچے بھی ہوئے۔ بڑے بڑے بزرگوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ واپسی کے سفر میں پھر سماٹرا، ملیبار، عمان، ایران، بغداد، حمص، حلب، یروشلم، قاہرہ سے ہوتے ہوئے مکہ پہنچے اور چوتھی بار حج سے مشرف ہوئے، اور واپس مراکش پہنچے۔ اُنہوں نے 75000 ہزار میل کا سفر طے کیا۔ یہیں اُن کی اٹھائیس سالہ سیاحت کا ہنگامہ خیز دور ختم ہوا۔

علمی خدمات اور کارنامے

ابن بطوطہ نے فاس (مراکش) کے سلطان ابوغنان کے حکم پر ایک ہسپانوی عالم محمد ابن جزی الکلبی کو اپنے سفر کے حالات لکھوائے۔ ابن جزی، ابوغنان کے دربار میں ملازم تھے اور انشا پردازی کے ماہر تھے۔ انہوں نے بڑی توجہ اور محنت سے ''سفر نامہ ابن بطوطہ'' مرتب کیا اور اسے کتابی شکل دی۔ اُن کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کا ایک حصہ پیرس کے قومی کتاب خانوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن بطوطہ کے سفرنامے سے یورپ کی آ گاہی انیسویں صدی میں ہوئی۔ جب وہاں اس کے سفرنامے کی ایک عربی تلخیص پہنچی۔ انیسویں صدی کے شروع میں ابن بطوطہ کے سفرنامے کے بعض حصوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔

ابن بطوطہ کے سفرنامے کا اصل مقصد حصول علم تھا۔ ان دنوں یہ رواج تھا کہ جو لوگ حج کی غرض سے نکلتے، وہ راستے میں مختلف علاقوں کی سیاحت کرتے اور علم حاصل کرنے کی غرض سے علماء کی صحبت اختیار کرتے۔ ابن بطوطہ بھی علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تھے، مگر بعد میں سیر کا شوق حصول علم کے شوق پر غالب آ گیا۔

ابن بطوطہ نے زیادہ وقت مسلمان ممالک میں گزارا۔ غیر مسلم ممالک میں قیام کے دوران بھی انہوں نے مسلمان علماء اور صوفیاء تک رسائی حاصل کی اور ان کی صحبت میں وقت گزارا۔ انہیں سیاحت کے دوران دو تین دفعہ قاضی کے عہدے پر کام کرنے کا موقع ملا۔ پہلے وہ مراکش سے مصر جاتے ہوئے قافلے میں قاضی چنے گئے، پھر ہندوستان میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پھر مالدیپ میں بھی انہیں قاضی مقرر کیا گیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ اسلامی فقہ اور قانون کا علم رکھتے تھے۔ اگر وہ مراکش سے نہ نکلتے تو وہ وہاں بھی اسی شعبے میں مشہور ہوتے۔

ابن بطوطہ دورانِ سیاحت جہاں بھی گئے، انہیں

گراں قدر تحائف سے نوازا گیا۔ بعض فرمانرواؤں نے انہیں وظائف بھی دیئے۔ یہ تحائف اور وظائف اُن کا بڑا سہارا تھے۔ وہ ان سے سفر کے اخراجات بھی پورے کرتے اور اپنا اور اپنے ساتھیوں کا خرچ بھی چلاتے۔ سلطان تغلق کی طرح بعض حکمرانوں کی فراخدلی کا ذکر انہوں نے خاص طور پر کیا ہے۔ گاہے بہ گاہے انہوں نے تجارت کا شوق بھی پورا کیا۔ بعض شادیوں کے نتیجے میں بننے والے تعلقات بھی اُن کے لیے مفید رہے۔ یہ تعلقات مالی طور پر اُن کے لیے مددگار ثابت ہوئے۔ وہ سفرنامے میں اکثر ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں، جن کے ساتھ انہوں نے مختلف مقامات پر شادی کی۔ سفر میں بہت سی کنیزیں بھی اُن کے ہمراہ رہتی تھیں۔ وہ اپنے بہت سے بچوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اُن کے کئی بیٹے بیٹیاں تو ایسے تھے جن کے ساتھ وہ سیاحت کی وجہ سے دوبارہ مل بھی نہ سکے۔ یہ عظیم سیاح 1356ء کو مراکش میں انتقال کر گیا۔

بقیہ: کار تریاقی

تار سازش کے بیٹھے ہلایا کریں
ساری دنیا میں آشوب لایا کریں،
ان کے اپنے گناہوں کے سنگ گراں
کر کے زیب گلو
آج عقبہ کی کھاڑی میں غرقاب کردیں،
تاکہ عمان و مکہ بھی محفوظ ہوں
تاکہ لاہور وڈھاکہ بھی محفوظ ہوں'
تاکہ اور اہل دنیا بھی محفوظ ہوں!

مصر، شام، پاکستان، بنگلہ دیش.... ہر جا کفر کے گماشتے، ان کے ایجنٹ مسلمانوں کے جان، مال عزت، آبرو، حریت، ایمان، دنیا، آخرت کے درپے ہیں۔ امریکہ نیٹو کو مسلم ممالک میں آمر بیتیں فوجی ڈکٹیٹر، جمہوری لبادے میں بدترین غاصب راس آتے ہیں۔ بہترین مراعات، رئیل اسٹیٹ، نسل در نسل حکمرانی، وردیاں، ستارے، سوئس اکاؤنٹ، بوری اکاؤنٹ (لندن میں نقد رقم، جواہرات بھری بوریاں!) فارم ہاؤسز، ولاز، محلات کے عرض البرادی، جنرل عبدالفتاح جیسے ہر مسلم ملک میں۔ لندن، واشنگٹن کے پھیرے لگا لگا کر کرسیاں پکی ہوں....!

عوام اب ٹینڈر جاری کریں بوریہ نشین حکومت کے لیے۔ جس کی اپنی ضروریات محدود ہوں! عمر فاروق ؓ، تین براعظموں پر پھیلی حکمرانی والے عبقری کی طرح جو درخت کے نیچے پتھر پر سر رکھ کر بے خبر (بغیر خواب آور گولیوں کے!) سو رہے ہوں اور کسریٰ (سپر پاور) کا سفیر دیکھ کر ہیبت سے تھر تھر کانپ رہا ہو! رمضان میں رحمت ربی کے آگے سوالی ہوں، اللہ امت کو اس عفریت، آسیب سے نجات دے جو غرب پرست حکمرانوں کی صورت امت کی جان کا لاگو ہے۔ پھر بھی.... دن پھریں گے یہاں غریبوں کے!

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ کھاریاں کے رفیق تنظیم طارق محمود خان کے والد وفات پا گئے
☆ رفیق تنظیم سیالکوٹ شمالی سہیل اکرام کی والدہ وفات پا گئیں
☆ رفیق تنظیم وزیرآباد سرفراز چیمہ کے بہنوئی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

خیمہ اور ڈبر (تیمر گرہ) میں دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ مالاکنڈ کے زیر اہتمام ندائے خلافت شمارہ نمبر 27 میں شائع شدہ مقامات کے علاوہ دو مزید مقامات خیمہ اور ڈبر تیمر گرہ میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام (بذریعہ ویڈیو) روزانہ بعد نماز عصر ہو رہے ہیں، پروگرام کے ناظمین بالترتیب جناب شاہ وارث (فون نمبر: 0345-9535853) اور جناب احسان الودود (فون نمبر: 0345-9535797) ہیں۔

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم ''گوجرانوالہ'' میں شہزاد انجم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم گوجرانوالہ میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 4 جولائی 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب شہزاد انجم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دو کتابچے ---- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:

① عظمتِ صوم

حدیث قدسی فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی روشنی میں

قیمت: اشاعت خاص -/20 روپے　قیمت: اشاعت عام -/12 روپے

② عظمتِ صیام و قیامِ رمضان مبارک

قیمت -/30 روپے

Muhammad Ashraf Azeem

LEARNING A LESSON IN DOHA

The Doha talks have finally come after protracted parleys in the capitals of important countries, including USA, Pakistan, Afghanistan, France, Germany, Iran, Turkey, China, UK, Saudi Arabia, Qatar and UAE. It has been an arduous journey where no one was ever sure about the destination.

The war that ensued after the US invasion of Afghanistan changed many colors. It was “a coalition of the willing” that at the end of a decade of attrition and bloodbath, turned into a coalition of mostly unwilling.

It seems that the superstructure of NATO was there just to prop up the dampening spirits of the invading forces. It was President Barack Obama’s second-term that mostly did the trick. The economic meltdown and a trillion dollars deficit were enough reasons for President Obama to chart an entirely new course for the US war on terror, which embroiled many other countries of the world, irrespective of their proximity or distance from the conflict zone. He knew it would be an honorable course for the US to have some kind of settlement with the Taliban, alongside the committed withdrawal of American troops from Afghanistan, before 2014.

Islamabad helped Washington to achieve this goal. The assistance that came from Saudi Arabia, UAE, Turkey, France and Germany was also of immense importance. There would be many others who would claim the credit for facilitating the process of bringing the Afghan Taliban to the negotiating table.

China has definitely influenced the Taliban to opt for talks.

Japan would not be lagging behind, considering its enthusiasm for hosting conferences on Afghanistan.

Iran too has its own strategic interests to watch and has successfully tried to keep a distance from the conflict and not burn its fingers by provoking Taliban outfits. It has also avoided muddling in the Hazara areas where Shias are in majority. This was a sane course. Having said that, the European countries wanted to get rid of their involvement in the unending and inconclusive Afghan conflict. They have done every bit to placate the intransigent and often irreconcilable Afghan fighters. Their economies have also borne the brunt along with the sole superpower.

Furthermore, Turkey’s role would be very salubrious. Its government with Islamic leanings was a positive catalyst in helping start the process of negotiations for bringing peace in Afghanistan.

Qatar is the headquarters of CentCom and the location of the talks at Doha is a feather in its cap. Not only that, opening of a political office while giving it due recognition was akin to accepting the de facto legitimacy of the Afghan Taliban.

Saudi Arabia must have helped prepare the ground. The Kingdom attracts all groupings of the jihadists and it also helps gloss over their differences by inviting them to meet at the holiest of places.

The UAE has that uniqueness to move things smoothly with its quiet diplomacy and the spirit of making things happen.

In addition, there has already been a public appreciation of the role played by Islamabad by the US State Department and most of the finger-pointing at Pakistan for allegedly harboring jihadists, have, so it seems, disappeared in the shadows. Will India and its protégé, Afghanistan also learn a lesson and drop their blame game at the international forums?

Pakistan does not and has never believed in using terrorism as an instrument of foreign

policy. America has been striving for a long time to engage the Taliban for eliciting concessions for its planned drawdown. Track 2 discussions in France. Germany and Qatar laid down the ground-norms for future parleys.

It certainly was the handiwork of patient, unrelenting, intense and focused political acumen that has made it happen in Qatar. The cost and benefit exercise must have been carried out by both sides. The Taliban now have an address. Much would have been decided before coming to this venue. The stakes that were high would have been lowered by now.

The Taliban also have some sense of destiny. Their strategic insight has prompted the sole superpower and an array of world powerbrokers to see the light of the day, and learn the inevitable lesson; the terrorists might have many guises, but when they become political, you have to perforce see them as a political entity, move on with dialogue and shun another Vietnam; or else you haven't learnt the lesson. [*Courtesy: "The Nation"*)

DAJJAL --- THE FALSE MESSIAH OF THE LAST AGE

- Ibn Shihab said: Omar Ibn Thabit al-Ansari told me that some of the Companions of the Prophet told him that on the day when he warned the people about the Dajjal, the Prophet ﷺ said,

  "There will be written between his eyes the word Kafir (unbeliever). Everyone who resents his bad deeds --- or every believer--- will be able to read it."

  He also said:

  "You must know that no one of you will be able to see his Lord until he dies."

[Muslim, al-Bukhari]

- Ibn Omar said: The Prophet ﷺ mentioned the Dajjal to the people. He said,

  "Allah is not one-eyed, but the Dajjal is blind in his right eye, and his eye is like a floating grape".

[Muslim]

- Anas Ibn Malik said:"The Prophet ﷺ said,

  "There has never been a Prophet who did not warn his people against that one-eyed liar. Verily he is one -eyed and your Lord is not one -eyed. On his forehead will be written the letter Kaf, Fa, Ra (Kafir.)'